عمران سیریز کا اڑتیسواں شمارہ

علمی سٹیشنری اینڈ لائبریری
بالمقابل منو گرلز ہائی سکول گجرات

ظلمات کا دیوتا

ابن صفی بی اے

اسرار پبلیکیشنز میکلوڈ روڈ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں۔

قیمت

پبلشر:
اسرار پبلیکیشنز

مطبوعہ:
حمایت اسلام پریس لاہ

بھٹی سٹیشنری اینڈ لائبریری
بالمقابل مشن گرلز ہائی سکول گجرات

پیشرس

بوغا کے سلسلے میں عمران کا آخری ایڈونچر ملاحظہ
فرمائیے !

جی ہاں !

میں نے ایڈونچر کہا ہے۔

اس لیے پڑھنے سے پہلے ہی اس پر جاسوسی کی چھاپ نہ

لگا لیجیے گا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ بربوغا کی آخری کہانی ہوگی ..... لہذا پڑھیے آخری کہانی .... لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اختتام پر پہنچ کر آپ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں گے، کہ کہانی زبردستی ختم کی گئی ہے۔ ابھی چلتی ہی رہتی تو بہتر تھا ...... مگر کیسے چلتی رہتی ...... وعدہ تھا .... آخری کہانی کا .... اور یہ قطعی وعدہ اس بنا پر کیا گیا تھا، کہ آپ مسلسل کہانی کی اقساط کے انتظار میں بور ہونے لگتے ہیں ..... جب آپ بور ہوتے ہیں تو بھلا میں اس بوریت سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں ......

پڑھنے اور لکھنے والے میں "دامان و گریبان" کا ساتھ ہوتا ہے ...... محاورے میں تصرّف کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مصنّف کا گریبان اور پڑھنے والے کا ہاتھ بھی ہوتا ہے۔

اس کہانی کے اختتام کے سلسلے میں میں اسی کے امکانات پر غور کر رہا ہوں لیکن قصور مجھ سے زیادہ آپ کا ہے .... نہ آپ کہانی ختم کرنے کا تقاضا کرتے اور نہ یہ آخری کہانی ہوتی۔

اس کے باوجود بھی مجھے توقع ہے، کہ کہانی اچھے پن کی وجہ سے ضرور پسند کی جائے گی۔

اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ آپ کو اس میں ایک ایسا کردار بھی ملے گا جسے دیکھنے کی خواہش

آپ عرصے سے ظاہر کرتے آئے تھے۔ اسے ایک نئے روپ میں دیکھئے !

اس بار کئی احباب اپنے خطوط پر تبصرے کے منتظر ہوں گے۔

لیکن !

بھئی کیا کیا جائے !

یہ سارے صفحات تو کتاب ہی کی نذر ہو گئے..... خیر آئندہ سہی !

لیکن !

کم از کم ایک صاحب کے ایک استفسار کا جواب دینا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔

وہ پوچھتے ہیں :

٭ آخر آپ کی کتابوں میں عورت اور مرد دُور دُور کیوں رہتے ہیں ؟

سوال بڑا ٹیڑھا ہے۔ لیکن سیدھا سا جواب ملاحظہ فرمائیے :

ابھی ہمارا معاشرہ ارتقا کی اس منزل میں ہے جہاں عورت اور مرد کے درمیان کم از کم ایک چھلانگ کا فاصلہ تو ہونا ہی چاہیئے !

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر مردوں کے دوش بدوش ترقی کی راہ پر چلنے والی کوئی عورت..... کسی

فٹ پاتھ پر چلی جا رہی ہے اور آپ سے سہواً بھی ٹکراؤ ہو گیا تو آپ اسے دوش بدوش کی بجائے پاپوش بدست دیکھیں گے ۔

آیا خیال شریف میں ؟
اچھا اب اجازت دیجیے !

ابن صفی
۳ ستمبر ۱۹۵۹ء

کیروسین لیمپ کی روشنی اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں ایسی ہی لگ رہی تھی جیسے گہرے سیاہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان میں کہیں کوئی ننھا سا اداس تارہ نظر آ جائے۔

ڈیزی اپنی نظر کو بھی اسی روشنی ہی تک محدود رکھنا چاہتی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کی طرف آنکھیں بھی اٹھا سکتی۔ ان لوگوں نے یہی بڑا کرم کیا تھا کہ اسے ایک چھوٹی سی چھولداری دے دی تھی، اس پہ مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ بھی انھیں خیموں میں سے کسی ایک میں رات گذارے .... جو باربرداروں یا خود ان کے لیے تھے۔

مگر ڈیزی سوچ رہی تھی۔ کیا اسے نیند آ سکے گی؟ اگر وحشتناک خیالات ذہن سے جھٹک بھی دیئے جائیں تو یہ ساحل سے ٹکرانے والی لہروں کا شور اور دوسری جا جنگل سے آنے والی بھیانک آوازیں کب سونے دیں گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جس جزیرے میں فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے وہ اتنا ویران اور ڈراؤنا ہوگا۔

سرِشام ہی وہ ساحل پر اُترے تھے اور ڈیزی نے ڈائرکٹر کے برتاؤ میں نمایاں فرق محسوس کیا تھا۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی پوری شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ یہاں پہنچنے سے قبل اس کے لہجے میں بڑی مٹھاس تھی اور ڈیزی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ یقینی طور پر کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف آدمی ہے۔ پورٹ سعید ہی میں اسی نے اس سے کاروباری گفتگو کی تھی اور اس فلم کے لیے معاہدہ کیا تھا جس کی شوٹنگ ایک قریبی جزیرے میں ہونے والی تھی۔ یہ سب کچھ بس اتفاقیہ طور پر ہوا تھا۔ ڈیزی ایک شام شہر کے ایک چھوٹے سے کیفے میں چائے پینے کے لیے رُک گئی تھی لیکن وہاں رُکنا اتفاق پر مبنی نہیں تھا۔ دفتر سے واپسی پر عموماً وہ شام کی چائے وہیں پیا کرتی تھی۔

حسبِ معمول اس شام کو بھی وہ تنہا ہی تھی۔ شاید ہی کبھی کسی نے اس کے ساتھ کوئی مرد بھی دیکھا ہو۔ وہاں کے کسی گاہک نے بھی کبھی اس سے مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جس کی وجہ غالباً یہی ہو سکتی تھی کہ ڈیزی کا رکھ رکھاؤ جنسِ مقابل کے لیے کبھی حوصلہ افزا نہیں رہا تھا۔ بڑی دلکش لڑکی تھی لیکن خدّوخال میں تیکھا پن بھی تھا۔ خاموش بیٹھی ہو تو ایسا لگتا جیسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی ہو۔ جہاں کوئی بولا بس پھاڑ ہی کھائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے گفتگو کرتے وقت کبھی کسی نے لہجے میں تیز مزاجی کی ہلکی سی لہر بھی نہ محسوس کی ہو۔

لیکن اس شام جو کچھ بھی ہوا تھا اسے انہونی ہی کہنا چاہیے۔ اس نے کیفے میں داخل ہو کر ایک خالی میز منتخب کی تھی اور منتظر تھی کہ وہاں کا اکلوتا ویٹر اس کی طرف بھی متوجہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک اجنبی اس کی طرف بڑھا تھا۔

”مادام! کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گی۔“ اس نے کسی قدر جھک کر انتہائی شریفانہ لہجے میں پوچھا تھا اور وہ نروس ہو گئی تھی۔

لباس اور لہجے کی بنا پر وہ ایک شائستہ آدمی ہی معلوم ہوا تھا۔

"ج... جی... ہاں! یقیناً..." وہ زبردستی مسکرا کر ہکلائی تھی۔

اس نے بیٹھنے سے پہلے بھی اجازت طلب کی تھی۔ اور پھر اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اوہ!" ڈیزی کی آنکھیں احمقانہ انداز میں پھیل گئی تھیں کیونکہ وہ تو مصر کا ایک مقبول ترین فلم ڈائرکٹر تھا اور وہ خود بھی اس کے بنائے ہوئے فلم بیحد پسند کرتی تھی۔

پھر کچھ دیر رسمی گفت گو کے بعد وہ کھلا تھا۔

"میں آج کل ایک نئے فلم کی تیاری کر رہا ہوں مادام اور اس کے لیے مجھے نئے چہروں کی تلاش ہے۔ آپ کو اگر فلم سے دلچسپی ہے تو آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ میرے منتخب کردہ نئے چہرے ایک ہی فلم میں اسٹار ب[illegible]ئے ہیں۔"

"ج.... جی ہاں.... میں جانتی ہوں۔"

"مجھے ایک ہیروئن کی تلاش ہے۔"

"اوہ........ تو پھر...... میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"میں آپ کو کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ معاف کیجیے گا۔ میرا خیال ہے، کہ اس فلم کے لیے آپ سے زیادہ موزوں ہیروئن اور کوئی نہ مل سکے گی۔ ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں اس جسارت کے لیے....."

ڈیزی کے لیے یہ ایک بڑا سنسنی خیز تجربہ تھا کیونکہ اس کی پسندیدہ ترین تفریح فلم بینی ہی تھی اور عام لڑکیوں کی طرح وہ بھی اپنے ہیروئن بننے کے امکانات سے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتی تھی۔

بالآخر دوسرے دن وہ اسے اپنی ماں کے پاس لے گئی تھی اور بوڑھی عورت نے ایک گراں قدر پیشکش کے عوض اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ معاملات طے ہو گئے

تھے لیکن ڈیزی نے اسے راز ہی رکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات اس کی فرم کے اسسٹنٹ منیجر تک پہنچے جو اسے ہر قیمت پر فرم ہی میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ڈیزی اس کی وجہ بھی جانتی تھی لیکن خود اسسٹنٹ منیجر اس وقت تک نہیں کھلا تھا۔

بہر حال ڈیزی نے معاہدے پر دستخط کر دیئے تھے اور ڈائرکٹر کے بیان کے مطابق ایک "قریبی جزیرے" کے سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ سفر کا اختتام بارہ گھنٹے کی بجائے تین دن بعد ہوا ہو۔ راستے میں اسے یہی جواب ملا تھا کہ وہ ایک غلط راہ پہ آ نکلے ہیں اور اب کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد دُخانی کشتی جزیرے تک پہنچ سکے گی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا اور وہ وسوسوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پھر اسے یہ بات بھی بُری طرح کھٹکنے لگی تھی کہ بیس افراد کی پارٹی میں وہ تنہا عورت ہے۔ کیا کہانی میں صرف ایک ہی عورت ہو گی۔ اس نے اس کے متعلق [illegible] استفسار کیا تھا جس کا جواب یہ ملا کہ کچھ عملہ پہلے ہی جا چکا ہے جس میں چھ سات لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

لیکن یہاں پہنچ کر اسے اس پارٹی کے علاوہ دُور دُور تک اور کوئی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی سے اُلجھن میں مبتلا تھی پھر ساحل پر اُترتے ہی وہ اس پارٹی کے بارے میں کیوں نہ پوچھتی جو کچھ دن پہلے یہاں آ چکی تھی۔

جواب میں ڈائرکٹر نے اسے بُری طرح جھڑکی دی تھی کہ وہ سناٹے میں آ گئی۔ اس نے اس کے لہجے میں درندگی سی محسوس کی تھی۔ وہ اسے ایسا ہی خونخوار معلوم ہوا تھا کہ پھر وہ اس سے آنکھیں ملانے کی بھی ہمت نہ کر سکی تھی اور اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔

ساحل کی طرف سے آنے والی تیز ہوائیں چھولداری کو بُری طرح جھنجھوڑ رہی تھیں۔ لیمپ کبھی کا بجھ گیا ہوتا اگر اس کی ساخت معمولی قسم کی ہوتی۔ شاید وہ ڈیوینہ سیفٹی لیمپ کے اصولوں پہ تیار کیا گیا تھا۔ روشنی اتنی مدھم تھی کہ چھولداری کی فضا

کے لیے بھی ناکافی معلوم ہو رہی تھی۔

یک بیک ڈیزی نے قدموں کی آہٹ سنی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ پھر جیسے ہی کسی نے چھولداری کا پردہ ہٹایا وہ غیر ارادی طور پہ اٹھ گئی۔

آنے والا سرے ہی پہ رک گیا۔ یہ وہی ڈائریکٹر تھا جسے اس کے ساتھی مسٹر بن ہام کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ کشتی ہی پہ ڈیزی کو معلوم ہوا تھا کہ اس کا کوئی دوسرا نام بھی ہے ورنہ بحیثیت فلم ڈائریکٹر وہ اسے یوسف گمبل کے نام سے جانتی تھی۔

وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے چہرے پہ نظر جمائے رہی۔ اس وقت وہ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا....... ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ڈیزی نے اسے پہلی بار دیکھا ہو۔

یہی چہرہ اس نے پورٹ سعید میں بھی بارہا دیکھا تھا۔ لیکن وہاں اس پہ کتنی نرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ وہ بدصورت ضرور ہے لیکن کتنا پرنور دل رکھتا ہے سینے میں۔ جس کی جھلکیاں آنکھوں ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں مگر اب وہ آنکھیں کتنی بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔ موٹی سی بھدی ناک.... تنگ پیشانی.... بھاری جبڑے اور بائیں نتھنے کے جوڑ میں ایک بڑا سا ابھرا ہوا تل.... کتنا خوفناک چہرہ تھا.... وہ کانپ گئی۔

"کیا تم ڈر رہی ہو؟" بن ہام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ڈیزی کچھ نہ بولی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔

"ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔" وہ مسکرایا۔ "یہ ایڈونچر بھی تمہیں زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"وہ دوسری لڑکیاں کہاں ہیں؟" ڈیزی کی زبان سے بدقت نکل سکا۔

"دوسری لڑکیاں!" بن ہام آگے بڑھتا ہوا بولا "کیا دوسری لڑکیوں کی موجودگی

تمہارا خوف دور کر دے گی۔"

ڈیزی پھر کچھ نہ بولی۔ بھلا اس سوال کا جواب ہی کیا ہوتا۔ بن ہام نے کینواس کے چھوٹے سے فولڈنگ اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا "تمہارے متعلق میرا قیافہ تھا کہ تم ایڈونچر پسند کرتی ہو...... بیٹھ جاؤ۔"

اس نے دوسرے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

ڈیزی بدستور کھڑی رہی۔

دفعتاً ہام نے غصیلی آواز میں کہا "بیٹھ جاؤ.... کیا تم نے سنا نہیں؟"

ڈیزی چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تیز ہوا چھولداری کو بدستور جھنجھوڑے جا رہی تھی اور جنگل کی جانب سے ڈراؤنی آواز [illegible]سلہ اب بھی جاری تھا۔

"کیا تمہیں اپنا باپ کیسپر یاد ہے؟" ہام نے کچھ دیر بعد پوچھا

"کیوں؟" ڈیزی چونک پڑی "آپ انہیں کیا جانیں...... وہ تو دس سال ہوئے......"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ اس کی موت کو دس سال کا عرصہ گزرا۔ میں نے پوچھا تھا کیا وہ تمہیں یاد ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ ان کا تذکرہ کیوں نکالا ہے آپ نے... پہلے تو کبھی......"

"لڑکی! صرف میرے سوالات کے جواب دو۔" ہام نے اسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

یک بیک ڈیزی نے بھی جھنجھلاہٹ محسوس کی..... وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ اس قسم کے بے تکے سوالات کیوں کر رہا ہے۔

"میں اپنے باپ کا تذکرہ سننا پسند نہیں کرتی اور نہ ان کے سلسلے میں کسی سوال کا

[illegible]
[illegible]

صفدر کو اس کے علاوہ اور کسی بات کی فکر نہیں تھی کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا؟ کیا مونیکا نے اسے مار ڈالا ہوگا؟ ویسے وہ تو اب بھی قصر جمیل ہی میں مقیم تھی اور ڈنگو کا قمار خانہ بدستور چل رہا تھا لیکن صفدر کو وہاں ان آدمیوں میں سے ایک بھی نہ دکھائی دیا جنہوں نے ڈنگو اور مونیکا کی معرکہ آرائیوں کے دوران سر دھڑ کی بازیاں لگائی تھیں۔

رات کے نو بجے تھے۔ صفدر قمار خانے ہی کی ایک میز پر عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ پچھلے تین دنوں سے وہ یہیں مل رہے تھے۔ صفدر اب بھی اسی ہوٹل میں مقیم تھا اور آج بھی اسے علم نہیں تھا کہ عمران کا قیام کہاں ہے؟

اس کی معلومات کے مطابق جولیا اور چوہان واپس جا چکے تھے لیکن ان کی واپسی کی وجہ بھی عمران سے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

جزائر ظلمات کے سفر کا مسئلہ بھی اس کے لیے الجھن کا باعث بنا رہا تھا...!

خود عمران کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ ایکس ٹو کے مقامی ایجنٹوں نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ سفر کے انتظامات کا ذمہ نہیں لے سکتے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جزائر عام جہازی راستوں سے الگ تھلگ واقع تھے۔ بہرحال صفدر کی دانست میں تو یہ سفر ناممکن ہی سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر کیا عمران پیچھے ہٹ جائے گا؟ یہ سوال کئی بار اس کے ذہن میں ابھرا تھا اور اس وقت بھی وہ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سوا نو بجے عمران اپنی تمام تر حماقتوں سمیت ایک دروازے میں نظر آیا۔ لیکن جسم پر ایسا لباس نہیں تھا کہ اس کی طرف خواہ مخواہ نظریں اٹھتیں۔ آج کل وہ اس سلسلے میں کافی احتیاط برت رہا تھا۔ ایسی حرکتیں نہیں کرتا تھا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ البتہ اگر معمولی حالات میں چہرے پر حماقت بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ عمران ہی کیا؟

آہستہ آہستہ چلتا ہوا صفدر کی میز تک آیا اور اس طرح سر جھکا کر بیٹھ گیا جیسے اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آیا ہو۔

"کیوں؟ .... خیریت؟ ... کیا بات ہے؟" صفدر زبردستی مسکرایا۔

"اُم .... اُم ... کچھ نہیں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر بولا "میں کب سے سوچ رہا ہوں کہ مُرغ کی دُم کو آبشار کیوں نہیں کہتے؟"

"اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں ہمارے مقبرے کس نمونے کے بنیں گے؟"

"پرواہ مت کرو۔ میں ڈیزائن تیار کر رہا ہوں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی

"ہم کب تک اس طرح جھک مارتے رہیں گے۔"

"جب تک کہ جھک خود ہمیں ہی مارنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔"

"تو اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو بھی نہ کی جائے۔" صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ویٹر نے چاندی کی طشتری میں ایک لفافہ پیش کیا۔ اور دو قدم پیچھے ہٹ کر مؤدبانہ کھڑا رہا۔

عمران لفافہ چاک کر کے خط نکال رہا تھا۔ صفدر کی اچٹتی سی نظر تحریر پر پڑی۔ لیکن وہ نفس مضمون سے آگاہ نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا کہ دو سطروں میں وہ کسی قسم کا پیغام ہی ہو سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے.... چلو!" وہ لفافہ کو توڑ مروڑ کر جیب میں ٹھونستا ہوا اٹھا اور صفدر کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کر کے ویٹر کے پیچھے چل پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ قصر جمیل کے رہائشی حصے کے ایک کمرے میں تھے۔ ویٹر انہیں وہاں پہنچا کر جا چکا تھا۔

"ڈیڈی کا کیا بنا؟" صفدر نے آہستہ سے پوچھا

"بھلا اس بیچارے کا کیا بن سکتا۔ وہ [illegible] بھی پڑھا ہوتا تو میں اسے نائب تحصیلدار بنوا دیتا۔"

"نہیں میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ جاؤ۔ لیکن مونیکا کی موجودگی میں بلند آواز میں نہ سوچنا ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی تاریخ پیدائش یاد آ جائے۔"

پھر صفدر کے کچھ کہنے سے قبل ہی مونیکا کمرے میں داخل ہوئی اور وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ جسیم شحیم ہونے کے باوجود بھی وہ بڑی دلکش تھی اور اس وقت تو... خصوصیت سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ پہلے کبھی صفدر نے اسے اتنے اچھے موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور ہونٹوں کے گوشے اس انداز میں کانپ رہے تھے جیسے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اور وہ عمران ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیوں! شیطان کے استاد کس فکر میں ہو؟" اس نے کراہتے ہوئے پوچھا

"تم نے مجھے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی عورت کو بھی شاگرد بنایا ہو۔ ویسے کیا تم خود ہی کام کی باتیں نہیں شروع کر سکتیں؟"

"ہاں.... آں.... کام کی باتیں" وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی

"یہاں کا کوئی جہازراں اس سفر کے لیے آمادہ نہیں ہو سکا۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"اب ایک آخری گھر دیکھنا ہے اگر اس میں بھی ناکامی ہوئی تو پھر کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔"

"کیا یعنی کچھ بھی نہ ہو سکے گا؟"

"کیا ہو سکے گا؟" اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو گئی؟" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھے۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بھڑک اٹھی ہے۔"

"دیکھو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں ابھی تک اسی بنا پر یہیں رکا رہا کہ تم نے سفر کے اختتام تک کا ذمہ لیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی کشتی بھی ہے لیکن دوسری صورت میں تم کیا کرتے؟"

"یہ مسئلہ ہوتا ہی.... میں سطح سمندر پر بھی تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہوں۔"

"شش.... اس مسئلے میں تم بالکل بے بس نظر آؤ گے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کسی آخری گھر کی بات کر رہی تھیں تم...."

"ہاں.... آں.... تمہیں اس وقت بلانے کا مقصد یہی تھا کہ اس پر بھی غور کیا جائے اس علاقے میں جس آدمی سے سابقہ پڑے گا وہ بہت چالاک ہے شاید ڈاکٹر بھی

زیادہ! لیکن وہ گمنامی میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کئی مال بردار دخانی کشتیاں غیر قانونی طور پر اس کے لیے کام کرتی ہیں۔"

"اچھا تو پھر؟"

پھر کیا؟ میں نہیں سمجھی کہ تم کس طرح اسے آلۂ کار کرتے ہو؟"

"سوال یہ ہے کہ ہم اسے کہیں گے کیا؟" صفدر بولا "اصل مقصد تو ظاہر کرنے سے رہے۔"

"اوہ! شاید تم نے بحری قزاقوں کے دفینوں کا تذکرہ بھی کیا تھا!" عمران نے مونیکا سے پوچھا۔

"ہاں... ہاں... مشہور یہی ہے کہ ان جزائر میں دفینے بھی ہیں! خود میرے باپ ہرلوپ نے بھی بظاہر اسی مقصد کے تحت سفر کیا تھا اور مجھے علم ہے کہ وہ کسی جزیرے کے ساحل پر اترا تھا۔"

"انجام کیا ہوا تھا اس سفر کا؟" صفدر نے پوچھا۔

"آٹھ آدمیوں کی پارٹی میں سے صرف ہرلوپ ہی زندہ واپس آسکا تھا۔ لیکن اس نے مجھے تفصیل کبھی نہیں بتائی۔ یہی کہتا رہا تھا کہ وہ اس مقام تک پہنچ ہی نہیں سکا جہاں دفینوں کے ملنے کا امکان تھا۔"

عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا اور اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اس نے کہا "مگر تمہیں یقین ہے کہ وہ بوغا ہی کی تلاش میں گیا ہوگا!"

"مجھے یقین ہے۔"

"آخر کس بنا پر اس نے یہ خطرہ مول لیا ہوگا؟"

"وہ بھی انتقام کی آگ میں بھن رہا تھا۔"

"اوہو! کیا بوغا نے براہ راست اسے کوئی تکلیف پہنچائی تھی؟"

"اس نے اس کے دو جوان بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور بالآخر اس کی موت کا باعث بھی بنا۔ جوزف اتنا بچہ نہیں تھا کہ وہ ان کا خزانے کا سودا کسی حکومت سے کر لیتا۔ وہ اپنے بھائیوں کے قاتل کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے اس حد تک کہ وہ بڑی قیمت لگانے والی کسی پارٹی کی تلاش میں تھا۔"

عمران پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کئی سوال صفدر کے ذہن میں کلبلا رہے تھے

"یہاں ان لوگوں میں سے ایک بھی نہیں دکھائی دیتا۔ جنہوں نے تمہارے خلاف بوغا کا ساتھ دیا تھا؟" صفدر آخر پوچھ ہی بیٹھا۔

"وہ سب میری قید میں ہیں۔" مونیکا مسکرائی۔ "اس جھگڑے کا علم صرف انہیں کو تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ دوسرے کچھ بھی نہیں جانتے لہٰذا انہیں راستے سے ہٹانا ہی پڑا۔ لیکن وہ بھی نہیں جانتے کہ ڈنگو کا کیا حشر ہوا کیونکہ ڈنگو نے آخری حرکت تنہا ہی سر انجام دینے کی کوشش کی تھی۔ اور اب ..."

مونیکا خاموش ہو کر پھر مسکرائی اور بولی "اب دوسروں کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ وہ کچھ ماہ کے لیے جاپان گیا ہے اکثر وہ جاپان کا سفر کیا کرتا تھا۔"

"کیا سچ مچ تم نے اسے مار ڈالا؟"

"انتقاماً کسی کو مار ڈالنا حماقت کی معراج کہلاتا ہے۔ میں تو اس طرح زندہ رکھنا چاہتی ہوں کہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگے۔ چیخ چیخ کر کہے کہ مجھے مار ڈالو۔"

دفعتاً عمران نے صفدر کو گھور کر دیکھا۔ شاید وہ اسے اس موضوع پر مزید گفتگو سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

صفدر نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔

"معاملے کی بات کرو۔" عمران نے کچھ دیر بعد مونیکا سے کہا

"یہاں سے ہم ساتھ نہیں جائیں گے۔ تم [illegible] یا پھر عجیب باتیں کرو گی

مل جائے گی تب ہماری گاڑی حرکت کر سکے گی۔ تم دونوں چپ چاپ پیچھے آنا۔

"ٹھیک ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا "تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس آدمی سے مدد حاصل کرنے کے سلسلے میں کس قسم کی دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔"

"وہ مجھے پہچانتا ہے۔ یہی سب سے بڑی دشواری ہے۔"

"تو پھر ہم یہ دشواری اپنے ساتھ کیوں لے جائیں۔" عمران نے کہا اور مونیکا مسکرائی۔

"تنہا جا کر دیکھو۔ تم عمارت میں داخل بھی نہ ہو سکو گے۔ وہ ایسے آدمیوں سے ملتا ہی نہیں جنہیں پہچانتا نہ ہو۔"

"اور تمہیں جو مجھے پہچانتا ہے اس لیے کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ میں اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ڈنگو!"

"میں نہیں سمجھی"

"وہ ڈنگو سے نفرت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اس کی نفرت سے کیسے بچ سکتی

"لیکن وہ تم سے مل سکتا ہے۔ صرف تم سے ہی نہیں بلکہ اگر تمہارے ساتھ کچھ اجنبی ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا ہو سکے گا۔ تم دونوں میرے ساتھ اندر جا سکو گے۔"

"اگر تم اسے کسی طرح یقین دلا سکو کہ ڈنگو سے تمہارا جھگڑا ہو گیا ہے تو کیا صورت ہوگی؟"

"وہ کبھی یقین نہیں کرے گا۔ یہی سمجھے گا کہ میں کسی قسم کا فراڈ کرنا چاہتی ہوں۔"

"پھر اس کا خیال ہی ترک کر دینا چاہیے۔" عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی لیے تمہیں ساتھ لے جا رہی ہوں کہ شاید تم کوئی راہ نکال سکو۔"

"اگر مجھ کو اسے اچھی طرح سمجھا دیا جائے تو یہ ناممکن بھی نہیں ہے۔ ویسے میرا کیریکٹر بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ ابھی شریف عقیلوں کی طرح گفتگو کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کب کتوں کی طرح بھونکنے لگوں۔"

"میں اس کی ایک خاص کمزوری سے تمہیں آگاہ کیے دیتی ہوں۔ سوچو کہ تم اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اس کا ایک پارٹنر اس کے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔ وہ اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ لیکن اس پر اس کی گرفت مضبوط ہے۔ دراصل وہ اس کے بعض بہت ہی خاص قسم کے رازوں سے واقف ہو گیا ہے جن کی بنا پر اسے دبنا پڑتا ہے۔"

"دونوں کے نام بتاؤ۔"

"جس کے پاس ہم چل رہے ہیں وہ سکرابولس ہے اور پارٹنر کا نام ہے بی ہام۔ بی ہام بہت چالاک آدمی ہے۔ سکرابولس کی طرح گمنام بھی نہیں ہے۔ دونوں کا اشتراک سرمائے و محنت کا اشتراک کہا جا سکتا ہے۔ یعنی سرمایہ سکرابولس کا ہے اور محنت بی ہام کی۔ لیکن بی ہام شاید پیٹ بھرنے پر قانع نہیں ہو جانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ یہی چیز سکرابولس کو کھٹکتی ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کا خاتمہ کرا دینا چاہتا ہے۔"

"اوہ تو یہ بی ہام بھی اسی سے واقف ہی ہوگا۔ ظاہر ہے جب تم جانتی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر وہ نہ جانتا ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔"

"ہوں...... لیکن تمہاری دانست میں اس کی اس کمزوری سے کیسے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔"

"ضرور بتاؤ کیونکہ وقت کم ہے۔ میں زیادہ دن یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ مختصری

کوئی راہ نکالنے بیٹھوں گا تو اس کے بعد ان دونوں کو قریب سے دیکھنا پڑے گا جانتی ہو کسی کو قریب سے دیکھنا کتنا مشکل ہے.... کتنے دنوں بعد تمہیں قریب سے دیکھ رہا ہوں۔

مونیکا اپنی آنکھوں میں شرماہٹ پیدا کرکے کھلکھلائی۔ عمران اسی لہجے میں بڑبڑایا

"یا والد صاحب عزیز آ جائیں۔"

"کیا.... ؟" مونیکا چونک پڑی۔

"کچھ نہیں۔ میں تو اپنے ساتھی سے مشورہ طلب کر رہا تھا۔ ہم ابھی یہیں بیٹھیں یا وہاں سے منتقل ہو جائیں" عمران نے جواب دیا۔

"[illegible]" مونیکا نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں! [illegible] بھی تو [illegible] ہوتے ہیں۔ اس لیے بڑی زبان [illegible]"

"نہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ایسی بات نہیں میں تو [illegible] میری [illegible] میں احتیاط برت [illegible] ہمیں اس کمرے سے نکل جانا چاہیے۔"

عمران نے صفدر کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اسے خاموش ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے! ہم یہاں سے ساتھ نہیں جائیں گے" مونیکا نے اٹھتے ہوئے

"تم دونوں باہر جا کر ایک ٹیکسی لو۔"

صفدر نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے برا سا منہ بنایا تھا۔

باہر آ کر اس نے کہا "ہمارے ساتھ چلنے میں کیا برائی تھی؟"

"پھر جانا ہی پڑتا" عمران بولا "تاکہ ہم پھر کسی [illegible] میں پھنسنے والے نہیں"

"کیوں.... نہیں ؟"

"پھر وہ [illegible].... کس طرح ؟"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔

ابھی وہ بیٹھے بھی نہیں پائے تھے کہ مونیکا کی جیپ چل پڑی۔ وہ غالباً خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔

"اس گاڑی کے پیچھے چلو۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔

جیپ کی رفتار تیز نہیں تھی اس لئے ٹیکسی بھی اس سے مناسب فاصلے سے رینگتی رہی۔

کچھ دیر بعد صفدر نے کہا "اب ہم اچھا کریں گے جو ٹیکسی چھوڑ دیں گے۔ میری بات سمجھو مونیکا قابلِ اعتماد نہیں ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر نے اپنی بات جاری رکھی "اس وقت کی سمجھ والی اسکیم میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس لیے کہ تم... اوہ... اوہ... اوہ... یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم کھنڈروں کی بستی میں پہنچ گئے ہوں۔"

چاروں طرف شکستہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں اور ٹیکسی ایسے راستے پر چل رہی تھی جسے سڑک تو کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

گاڑی کے ہیڈ لیمپ ہی راستہ دکھا رہے تھے ورنہ یہاں روشنی کہاں۔ دفعتاً ایک جگہ مونیکا کی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی غائب ہو گئی۔

"روک دو۔" عمران نے ڈرائیور سے کہا۔ مونیکا کی گاڑی کی رفتار بھی کم ہو گئی تھی۔ انداز رکنے ہی کا سا تھا۔

وہ دونوں ٹیکسی سے اتر آئے اور عمران نے کرایہ ادا کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "اگر تم اس طرف دیوار کے پیچھے ٹھہر سکو تو ہماری واپسی کا انتظار کرنا۔ واپسی کا سفر تمہارے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔"

"نہیں جناب! دراصل یہ علاقہ اچھا نہیں ہے۔" صفدر نے اس وقت اس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھی تھیں جب وہ گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے تھے

کھویا کھویا سا رہا تھا۔

"کیا دشواری ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"بس جناب!" ڈاکٹر کے لہجے کی گھبراہٹ نمایاں تھی۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ادھر آنکلیں گے تو میں اس پہ تیار ہی نہ ہوتا۔"

"آؤ کہیں دوست!" عمران نے آہستہ سے پوچھا لیکن اس کی آواز انجن کے شور میں دب کر رہ گئی۔ ڈاکٹر پھوٹ پھوٹ کر بلک رہا تھا۔

"جہنم میں جاؤ!" عمران نے جھک کر شانے پر تھپکی دی۔

گاڑی دوبارہ موڑ کر آگے بڑھ گئی۔ اور پھر صفدر نے دیکھا کہ وہ اچانک الٹے ہاتھ کی طرف مڑ رہی ہے۔

چاندنی رات تھی۔ دور دور تک بکھرے ہوئے کھنڈروں کا سکوت بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔

"چلو! ہم لوگ رک کیوں گئے؟" مونیکا بولی۔ "اگر یہاں گاڑی چھوڑ دی تو پیدل بھی چلنا پڑے گا۔ آگے راستہ ایسا نہیں ہے کہ گاڑی گزر سکے۔"

"کیا کسی جانور یا آدم خور کا قیام تو نہیں ہے؟" عمران نے آواز بھی بچوں کی طرح دبیز بنالی۔

"اوہ... یہ بھی... لیجئے نیا سوال آگیا ہے... ہا ہا! ہم سے شاید وہ ان کھنڈروں میں رہتا ہے۔"

"چلو!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

صفدر اس آواز پر کھنکارا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن عمران نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔

مونیکا آگے تھی اور یہ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔

رات خنک تھی مگر اتنی بھی نہیں کہ عمران کو سردی لگے ہوئے بچے کی طرح کانپنے لگتا۔ اس کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے وہ دانت پر دانت جمائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" مونیکا نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

"سس... سردی... لگ رہی ہے" عمران نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

"سردی!" مونیکا کے لہجے میں حیرت تھی "سردی کہاں ہے... اوہ..." اس نے قہقہہ لگایا پھر بولی "شاید تم ڈر رہے ہو۔"

"ہک...... ہوپ!"

"اگر ان کھنڈروں سے ڈر رہے ہو تو پھر ظلمات میں تمہارا کیا حال ہوگا!"

"وہاں... بس... سردی تو نہیں ہوگی۔" عمران نے دانت کٹکٹائے۔

"اوہ! چلو۔" مونیکا نے اس کا ہاتھ دبوچ کر آگے بڑھایا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ایک بستی میں داخل ہو گئے۔ بے ڈھنگی وضع کے چھوٹے بڑے مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

مونیکا نے غلط نہیں کہا تھا کہ گاڑی بستی میں داخل ہو سکے گی۔ اس وقت وہ ایک تنگ سی گلی سے گزر رہے تھے اور مونیکا نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ وہ [illegible] کی آوازیں بھی نہیں تھیں۔ وہاں تو قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا ایک عمارت کے سامنے رک گئی تھی۔ اب وہ گلی سے نکل آئے تھے جہاں دو دو مکانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔

مونیکا نے دروازے پر دستک دی اور یک بیک وہ تینوں تیز قسم کی روشنی میں نہا گئے۔ صفدر نے بوکھلا کر اوپر دیکھا اور اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کافی قوت والی سرچ لائٹ سے سابقہ پڑا تھا۔

مونیکا برابر دستک دیئے جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد روشنی غائب ہو گئی اور اسی کی جگہ سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی "ہلو! لیڈی مونیکا! مگر تمہارے ساتھ دو اجنبی بھی ہیں.... غالباً غیر ملکی...."

"ہاں.... ہاں.... ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کریں گے۔ [illegible] کی جگہ وہاں بھی بولا کرتی۔"

"شکریہ.... [illegible] نہیں ہے" آواز آئی اور ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا۔ مگر اندر اندھیرا تھا۔

"سیدھے چلے جاؤ" آواز آئی۔ "بائیں جانب روشنی نظر آنے لگی۔ وہیں ٹھہرنا"

مونیکا آگے تھی عمران نے صفدر کو دھکا دیا۔ اور وہ بادل نخواستہ آگے بڑھا راہداری میں داخل ہو کر ہی اندازہ ہو سکا کہ وہاں گہرا اندھیرا نہیں تھا وہ بہرحال ایک دوسرے پر نظر رکھ سکتے تھے۔ کچھ دور چل کر مونیکا بائیں جانب مڑ گئی۔

سامنے ہی دروازہ نظر آیا جس کی درزوں سے تیز قسم کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ "خوش آمدید۔ [illegible]" دروازے کی پشت سے بھرائی ہوئی آواز آئی جس نے باہر ان کا استقبال کیا تھا لیکن اس بار صفدر نے لہجے میں بڑی سختی محسوس کی تھی۔

دروازہ کھلا اور انہیں ایک عجیب سی شکل دکھائی دی۔ پہلی نظر میں ہی اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کوئی عورت ہے یا مرد۔ لباس مردانہ۔ ہاتھوں میں چمکدار کڑے۔ سر کے بال کمر تک بڑھے ہوئے تھے کہ پیچھے سے کسی عورت ہی کا دھوکا ہوتا۔ عمر چالیس سے کم نہ رہی ہوگی لیکن چہرہ! چہرہ ہی اسے عجیب مخلوق بنا کر پیش کرتا تھا۔ کیونکہ وہ داڑھی اور مونچھوں سے یکسر محروم تھا۔ سرے سے روئیدگی ہی نہیں ہوئی تھی۔ ہونٹ پتلے اور ناک غیر متناسب حد تک بڑا تھا۔ آنکھیں کسی خونخوار بھیڑیے کا تصور پیش کرتی تھیں۔ بہرحال وہ چہرہ متضاد کیفیات کا حامل تھا۔

"بادشاہ۔" وہ کرسیوں کی جانب دونوں ہاتھ اٹھا کر سانپ کی طرح پھپھکارا۔ صفدر اور عمران نے مونیکا ہی کی تقلید کی اور بیٹھ گئے! اس نے مونیکا سے پوچھا "تمہارے دوستوں کو کس زبان میں مخاطب کروں؟"

"یہ دونوں بدقسمتی سے ہی صرف انگلش جانتے ہیں۔" مونیکا نے کہا

"ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا مگر شیطان نے آدم کو سب سے پہلے انگلش ہی سکھائی تھی۔" گاسکر نے پلٹ کر عمران سے پوچھا "کیا تم دونوں صحافی ہو؟"

صفدر نے جھرجھری سی لی کیونکہ اسے یہ سوال مونیکا ہی سے کرنا چاہئے تھا۔ براہ راست ان سے پوچھنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ مونیکا نے انہیں دھوکا دیا ہے۔ اس نے مونیکا کی طرف دیکھا اس کے چہرے سے بے تعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا

دوسری طرف عمران کے چہرے پر ایسے آثار تھے جیسے اس کا تو دم ہی نکلا جا رہا ہو۔ اس نے ابھی تک گاسکر کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا

"کیا تم بہرے ہو؟" یک بیک گاسکر دہاڑا۔ اس بار اس کی آنکھیں پہلے سے کچھ زیادہ خوفناک معلوم ہونے لگیں

"یہ سوال تمہیں اس سے کرنا چاہئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔" صفدر نے جلدی سے بیچ میں کہا

"وہ ہمارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔" گاسکر کا جواب تھا اور اس جواب نے صفدر کو تشویش میں ڈال دیا کہ کیا وہ سچ مچ کسی جال میں پھنسنے والے ہیں۔ بہرحال صفدر تو صحافی ہی تھا۔ عمران کے متعلق نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس پوزیشن میں ہوگا۔

"لیکن صحافی ہی تھا!" گاسکر نے آہستہ سے کہا۔ "ان کی جامہ تلاشی لو۔"

اب صفدر کو اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی نظر آیا۔ جس سے اس نے صفدر کو قابو کر رکھا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ!" مونیکا نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ شرافت ہے تمہاری۔" صفدر غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

مونیکا نے جواب دینے کے بجائے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے وہ ان کی جیبیں ٹٹول رہی تھی۔ عمران نے تو اب کانپنا بھی شروع کر دیا تھا۔ دفعتاً وہ دانت کٹکٹاتا ہوا بولا۔ "خدا کے لیے رحم کرو.... وہ چیونگم کا پیکٹ ہے"

"عمران صاحب ہوش میں آیئے" صفدر غرّایا۔ زبان اردو تھی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ مونیکا ان کی جیبیں ٹٹول کر ہٹ گئی تھی۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اب وہ کس طرح ان سے بوغا والے کاغذات وصول کرنا چاہتی ہے۔

"آؤ!" یک بیک گاسکر نے بلند آواز میں کسی کو مخاطب کیا اور دوسرے ہی لمحے چھ آدمی مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔

"انہیں مار دو" گاسکر نے صفدر اور عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ارے.... زیادہ زور سے نہ مارنا" عمران گھگھیایا "میرے والدین بہت غریب ہیں۔ اگر کچھ ٹوٹ پھوٹ بھی ہو گئی تو دوبارہ میری مرمت نہ کرا سکیں گے"

صفدر ان سے نپٹنے کے لیے پینترا بدل رہا تھا لیکن مونیکا کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ ہی گئی تھی۔ اس لیے جھلا کر بولا "تم لوگ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو"

اس پر گاسکر بھی ہنس پڑا تھا اور صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ سب سے پہلے اسی کی بوٹیاں نوچ ڈالے آخر عمران جیسا گھاگ آدمی یہاں کیسے آ پھنسا اسے اچھی طرح یاد تھا کہ قصر جمیل سے نکلنے کے بعد اس نے کسی نئی الجھن میں پھنس جانے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا پھر

اس کے باوجود بھی اُچھلا۔

وہ لوگ اس کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "یا مہاگرو! میرے ساتھی کو معاف کر دو۔ ابھی حال ہی میں اس کے باپ کی شادی ہوئی ہے ہٹ جاؤ دوست تم الگ ہٹ جاؤ ورنہ تمہارے نوجوان باپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

گانکر نے صوفیا کی طرف دیکھا۔ انداز استفہامیہ تھا۔

صفدر جھلاہٹ میں تو جلتا تھا ہی۔ اس نے بھی کہا "اچھی بات ہے اگر یہ لوگ اس پر آمادہ ہوں تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا۔ جب تم پٹ چکو گے اس کے بعد سوچوں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"کچھ پرواہ نہیں" عمران سر ہلا کر بولا "اب تم دیکھو گے کہ نوجوان باپ تنکے کے ڈھیر میں کیسے تبدیل ہو سکتا ہے۔"

صفدر جانتا تھا کہ عمران [illegible] ہوئی ہے وہ یقیناً ان چھ آدمیوں پر بھاری رہے گا۔ مگر یہ ضروری نہیں تھا کہ اس عمارت میں صرف چھ ہی آدمی رہتے۔

وہ چپ چاپ کمرے کے ایک گوشے میں کھسک گیا۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ اس مسخرے پن کا ان لوگوں پر کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔

"چلو یہی سہی!" اس نے گانکر کی آواز سنی اور اس کی طرف دیکھنے لگا! وہ خود اس سے مخاطب تھا "تم وہیں ٹھہرو۔ لیکن اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے۔ دیواروں میں پوشیدہ روزن موجود ہیں!"

پھر وہ سب یک بیک عمران پر ٹوٹ پڑے۔ کمرہ اتنا کشادہ تھا کہ عمران اپنے کمالات کا مظاہرہ کرسکتا۔ اس کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل رہی تھیں لیکن حملہ آوروں کے ہوش بھی ٹھکانے آتے جا رہے تھے۔

وہ منٹ کے اندر ہی اندر تینوں آدمی بیکار ہو کر رہ گئے۔ وہ اس وقت اپنے ہی مچھے کے ہاتھ مار رہا تھا۔ جو زد پر آ کر گدی سہلاتا ہوا ڈھیر ہو جاتا۔ جوزف متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اور مونیکا بالکل اسی انداز میں مسکرا رہی تھی جیسے کھیل اسے پسند آیا ہو۔

ٹھیک اسی وقت ایک باکلوس نے گاسکر کے داہنے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور ریوالور اسی طرح اچھل کر صفدر کی جانب گیا جیسے اس کے پر لگ گئے ہوں صفدر نے اسے اچھلتے ہی پر روکا۔

"کھیل ختم!" وہ انھیں کور کرتا ہوا دہاڑا۔

"نہیں — چھینے دو" عمران کہہ رہا تھا۔ "یہ بے چارے بھی بہت دنوں سے... گہری نیند... کو... ترس رہے ہیں"

"گاسکر اور مونیکا! تم اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت نہ کرنا" صفدر ٹریگر پر انگلی رکھتا ہوا بولا۔ لیکن اس نے گاسکر اور مونیکا دونوں ہی کے انداز میں لاپرواہی محسوس کی۔ اب تو گاسکر بھی مسکرا رہا تھا۔

اتنی دیر میں چونکا بھی نہ تھا۔ عجیب انسان تھا اب اسی طرح کھڑا ہے جیسے اپنا ہی وجود حقیر سمجھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ دفعتاً مونیکا بولی "تم خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو گاسکر...."

"ہونہہ!" وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑایا۔ چہرہ اترا تھا۔ پھر تحکمانہ آواز میں بولا... "ٹھہر جاؤ! ڈرامہ ختم ہو گیا۔"

"ابھی تو یہی فاصلہ ہی چل رہا ہے ڈیئر!" یہ عمران کی آواز تھی۔ "اب اگر چاہو تو مجھ پر فائر بھی کر سکتے ہو۔"

"نہیں! یہی ٹھیک ہے یہیں کر دو۔ تم یقیناً کام کے آدمی ہو۔ مجھے بیٹھنے کا

کے بیان پر یقین نہیں آیا تھا۔ یہ سب کچھ فلمی رومانی فضا میں ہوا ہے۔“

”بکواس بند کرو۔“ صفدر نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا ”یہاں اتنا وقت بھی نہیں ہے..... عمران صاحب.... جلدی کیجئے۔“

ٹھیک اسی وقت دونوں کی گردنیں عمران کی گرفت میں آگئیں اور ان کے سر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرائے کہ کمرے کی خاموش فضا گونج کر رہ گئی اس گونج میں دونوں کی چیخیں بھی شامل تھیں اور ٹکراؤ کی آواز بھی۔ بالآخر وہ بھی گرفت سے بے جان لوتھڑوں کی طرح فرش پر ڈھیر ہوگئے۔

عمران نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالتا ہوا بولا ”اگر یہاں صرف چوہے ہی نکلتے تو مجھے تم سے ہمدردی ہے گاسکر۔“

لیکن گاسکر اس کی بات اڑا کر مونیکا سے بولا ”یقیناً میرے پیچھے آنے والے یہ بیچارے تھے..... لیکن......“

وہ خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

”کیا ان میں سے کوئی مر بھی گیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”اگر لیڈی مونیکا پر نظر پڑ گئی ہوگی تو ضرور مر گیا ہوگا۔“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا ”کیونکہ یہ بالکل برق کی طرح مسکراتی ہیں اور توپ کی طرح لپک کر چلتی ہیں۔“

”ابے تم میرا مضحکہ کیوں اڑا رہے ہو۔“ مونیکا غصیلی آواز میں بولی۔

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر صفدر کی طرف مڑ کر بولا ”ریوالور واپس کر دو۔ کیونکہ وہ خالی ہے۔“

”تم کیا جانو۔“ گاسکر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وزن پیارے..... صرف بہتر اور نصف پونڈ۔“ عمران مسکرایا ”مختلف ہتھیاروں کے وزن کا اندازہ ہے مجھے!“

صفدر نے ریوالور کے چیمبرز چیک کیے۔ ایک میں بھی کارتوس نہ دکھائی دیا۔ پھر وہ گاسکر سے بولا "کچھ بھی ہو۔ میں تم دونوں کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"اسے جانے دو۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا "لیڈی مونیکا کی کھوپڑی کا الّو ابھی عالم ارواح کی طرف پرواز کر جانے کے موڈ میں نہیں ہے.... اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"احمق نہ بنو۔" مونیکا نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ گاسکر تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میں پہلے ہی اس سے معاملات طے کر چکی ہوں۔ میں نے تمہارے متعلق جو کچھ بتایا تھا اس پر اسے یقین نہیں آیا تھا.... اب ہم کام کی باتیں کریں گے.... بن مام کے بارے میں بہت کچھ پہلے ہی بتا چکی ہوں۔"

صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

گاسکر اپنے آدمیوں کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر عمران سے پوچھا "یہ مر تو نہ جائیں گے۔"

"اگر آئندہ ایسی حرکت کریں گے تو ضرور مر جائیں گے۔ فی الحال اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"آؤ.... تو چلیں.... کسی دوسرے کمرے میں بیٹھیں گے.... اندازاً کتنی دیر بعد انہیں ہوش آئے گا۔"

"حالات پر منحصر ہے اگر فرش میں کھٹمل ہوں گے تو یہ ابھی ہوش میں آئے جاتے ہیں ورنہ صبح تک چین سے سوئیں گے۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئے جو نسبتاً چھوٹا اور کسی حد تک آراستہ بھی تھا۔ مونیکا نے جلد ہی معاملے کی بات شروع کر دی۔

"بن مام کل اسی جزیرے کا سفر کرنے والا ہے جہاں ہم جانے والے ہیں۔"

"جغرافیہ کی بات کر رہی ہو یا کسی مخصوص جزیرے کی؟" عمران نے پوچھا۔

"بھلا اس کے چہرے پر شکن کے آثار بھی نہیں دیکھتا۔" گاسکی ابل پڑا۔ وہ عمران کو ایسی ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

"پلیز!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ غیر متعلق باتیں چھوڑو۔"

"میں اسی مخصوص جزیرے تذکرہ کر رہی ہوں جہاں سے ہپی جانیل زندہ واپس آیا تھا۔ اس کے سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی کسی مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ سے مشابہ ہے اور وہ اسی مناسبت سے کروکوڈائیل آئی لینڈ کہلاتا ہے۔"

"پی ہام وہاں کیوں جا رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

مونیکا نے گاسکی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب تم ہی بتاؤ۔"

"میں جانتا ہوں کہ پی ہام کو فلمسازی سے کبھی دلچسپی نہیں رہی لیکن وہ یک بیک فلم پروڈیوسر بن بیٹھا ہے۔ اس سلسلے میں ہر بات انتہائی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ فلم بنانا.... وہ بھی کہاں.... ظلمات میں؟.... جہاں کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"اس کے ساتھ جانے والوں میں کئی میرے لیے اجنبی ہیں۔ صرف کشتی کا اسٹوکر ہی میرے آدمیوں میں سے ہوگا۔ بقیہ عملہ وہ خود بھرتی کرے گا۔ یعنی کشتی کے عملے میں سے صرف اسٹوکر اپنا ہوگا۔ باقی سب نئے ہوں گے۔ اس چال کا مقصد سمجھے یا نہیں!"

"وہ بھی لگے ہاتھ بتاتے چلو! وقت کم ہے۔"

"اسے فکر ہے کہ اگر پورا عملہ ایسا ہوا جس پر میری بھی گرفت ہو۔ تو وہ جزیرے ہی میں رہ جائے گا اور کشتی واپس آ جائے گی۔ البتہ تنہا اسٹوکر واپس

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"اسے بیس آدمی بھرتی کرنے ہیں۔ سولہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی چار نہیں ملے۔"

"میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ بھی مل جائیں۔" عمران نے بڑے خلوص سے کہا

"سنو! مضحکہ خیز باتیں نہ کرو۔" گاسکر جھنجھلا گیا "جس آدمی کے ذریعہ وہ بھرتی کر رہا ہے اس پر میرا بھی کچھ اثر ہے۔ اگر میں چاہوں تو وہ تم لوگوں کو ان بیس آدمیوں میں کھپا سکتا ہے۔"

"ہم صرف تین ہیں۔" عمران نے کہا

"لیڈی مونیکا بھی جانا چاہتی ہیں۔" گاسکر بولا

"لیکن واپسی پر یہ کسی چڑیا گھر میں نظر آئیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" مونیکا بول پڑی۔ "اگر میں نہ گئی تو تم بھی نہ جا سکو گے۔"

"کیا بن ہام تمہیں نہیں پہچانتا؟" عمران نے پوچھا

"پہچانتا ہے!"

"پھر کیا وہ تمہیں لے جانا پسند کرے گا۔"

"اوہ..... ابھی تم کل ہی تو کہہ رہے تھے کہ میرا ساتھی میک اپ کا ماہر ہے۔" مونیکا نے صفدر سے کہا۔

"میک اپ!" عمران نے حیرت سے کہا "سوال تو یہ ہے کہ وہ کسی عورت کو لے جانا پسند بھی کرے گا یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے لیڈی مونیکا۔" گاسکر بولا "اب اسے صرف باربرداری کے مزدوروں کی ضرورت ہے۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا "اچھی بات ہے مونیکا۔ میں

تمہیں مزدور بنا دوں گا۔ مگر تمہیں اپنے بال کٹوانے پڑیں گے۔"

"فکر مت کرو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔"

"اوہو۔ لیڈی مونیکا تم آخر کیوں جانا چاہتی ہو وہاں۔" گاسکر بولا۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میرے باپ کے قتل کا اس جزیرے سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"خیر مجھے اس بحث سے کیا سروکار۔" گاسکر بڑبڑایا۔ پھر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "مگر میں اس پر آمادہ کیوں ہوا ہوں۔ بھلا مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ مونیکا کے باپ کے قتل کا سلسلہ اس جزیرے سے جا ملتا ہے۔"

"اس سوال کا جواب بھی خود ہی دے ڈالو۔ ظاہر ہے کہ میں اس قسم کی ایڈجسٹمنٹ میں بالکل کچا ہوں۔"

"میں ان کی واپسی نہیں چاہتا۔" گاسکر نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہیں اسے ہر حال میں قتل کر دینا ہو گا۔"

"اوہ! بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔" عمران چٹکی بجا کر بولا۔

"بس میں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ میں اسٹریکر کو سمجھا دوں گا جب تک تم اسے نہ چاہو گے رُکا رہے گا اور تمہیں واپس لے کر ہی آئے گا۔"

وہ سب خاموش ہو گئے۔

ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

لیکن صفدر اس کے علاوہ اور کیا سوچتا کہ اس وقت حالات نے مونیکا کی اسکیم چوپٹ کر دی تھی لہذا اب وہ کوئی دوسرا جال پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ صرف سوچتا ہی رہا کچھ بولا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب وہ [illegible] اسے کہیں سے بھی [illegible] تھا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا

کہ اس کا اختتام کب اور کہاں ہوگا۔

"ہاں تو تمہیں یقین نہیں ہے کہ بن ہام فلم کی شوٹنگ ہی کے لیے وہاں جا رہا ہے۔" عمران نے گاسکر سے پوچھا۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔"

"پھر کیا خیال ہے تمہارا۔"

"خزانے کا چکر۔" گاسکر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا "ظلمات کے جزائر اسی لیے خصوصیت سے مشہور ہیں ورنہ ان میں اور کیا رکھا ہے اور میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ تم لوگ بھی اسی چکر میں جا رہے ہو۔"

"ارے واہ!" عمران نے بھونڈا سا قہقہہ لگایا "یہ تو سمجھ گیا۔"

"اچھی بات ہے۔" گاسکر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب تم لوگ جاؤ۔ کل شام تک وہ روانہ ہو جائے گا۔"

ڈیزی کو بڑی مشکل سے نیند آئی تھی۔ بار بار آنکھ کھلتی اور چونک پڑتی۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی جنگلی درندہ جھپٹ پڑا ہو۔ کبھی محسوس ہوتا جیسے کشتی ڈوب رہی ہو۔ کبھی ان نام کا خوفناک چہرہ جھپٹتا ہوا سا محسوس ہوتا۔

لیکن آخرکار تھکے ہوئے ذہن پر تھکن غالب آ ہی گئی۔ اور اس نے اسے خواب کے تاریک جزیروں میں دھکیل دیا۔

مگر پھر وہ چیخ ہی کے ساتھ جاگی تھی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی گلا گھونٹ رہا ہے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور تب ہی اسے احساس ہوا کہ وہ خواب نہیں تھا حقیقتاً کسی کے ہاتھ اس کی گردن پر تھے۔

ایک چیخ پھر فضا میں بلند ہوئی۔

"کون ہے؟ کیا ہے؟" کسی نے باہر سے چیخ کر کہا اور نامعلوم ہاتھ اس کی گردن پر سے ہٹ گئے۔ چھولداری میں اندھیرا تھا لیکن اسے اندازہ ہو گیا کہ

گردن دبانے والا تیزی سے باہر نکل گیا ہے۔ وہ پھر چیخنے لگی۔

"کیا ہے۔ کیا بات ہے؟" کسی نے چھولداری کا پردہ جھنجھوڑا۔ اور پھر وہ ٹارچ کی روشنی میں نہا گئی۔ آنے والا ابن حامد تھا۔ ڈیزی بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نامعلوم ہاتھ اب بھی اس کا گلا گھونٹ رہے ہوں۔

"کیا ہے۔ کیا ہوا؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ شاید دوسرے بھی جاگ گئے تھے۔

"خاموش رہو۔" ابن حامد نے اندر سے کہا اور ڈیزی کو گھورتا ہوا بولا "کیا بات تھی۔"

"کک... کوئی میرا گلا گھونٹ رہا تھا۔" وہ گردن سہلاتی ہوئی بدقت بولی۔

"اوہ! تم نے خواب دیکھا ہوگا۔"

"نہیں... خواب نہیں۔" اس نے کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑی اور ہذیانی انداز میں چیخنے لگی "میرا لاکٹ... میرا لاکٹ..."

ابن حامد اسے غور سے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ روشنی کا دائرہ اب بھی ڈیزی ہی پر تھا۔

"میرا لاکٹ مسٹر حامد! وہ میرا لاکٹ لے گیا ہے۔" ڈیزی نے کسی طرح اپنی ہسٹریائی قسم کی چیخوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کون لے گیا ہے؟"

"میں کیا جانوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی گلا گھونٹ رہا ہو لیکن وہ لاکٹ ہی لے گیا ہے۔"

اس نے گردن پر ہاتھ پھیر کر سسکاری لی اور انگلیوں میں چپچپاہٹ سی محسوس کی۔

"اوہو! خون۔" ابن حامد بولا کیونکہ ڈیزی کا ہاتھ اب بھی روشنی میں تھا اور وہ بھی برا سا منہ بناتے ہوئے خون آلود انگلیوں کو دیکھ رہی تھی۔

بن ہام آگے بڑھا۔ ڈیزی کی گردن پر ایک لمبی سی خراش تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو!" ڈیزی نے سسکی لی "میرا لاکٹ مجھے دے دو۔ خدا کے لیے ورنہ وہ تم سب پر تباہی لائے گا۔"

"مجھ سے مانگ رہی ہو لاکٹ۔ میں کیا جانوں۔ مگر۔ یہ کیا۔ بھلا کوئی لاکٹ ہم پر کیسے تباہی لا سکتا ہے۔" بن ہام نے کہا اور پھر خاموش ہو کر شاید باہر کی آوازیں سننے لگا تھا۔

"جاؤ۔ تم سب خیموں میں جاؤ" اس نے گونجیلی آواز میں کہا اور پھر وہاں سناٹا چھا گیا۔ صرف قدموں کی آوازیں فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

بن ہام پھر لڑکی کی طرف مڑا اور جیب سے دیا سلائی کی ڈبیہ نکال کر اس کے سامنے پھینکتا ہوا بولا "لیمپ روشن کر دو۔ تم نے اسے بجھایا ہی کیوں تھا۔"

"میں نے نہیں بجھایا تھا۔ بجھا ہی نہیں سکتی تھی۔ اتنے مضبوط دل والی نہیں ہوں کہ ایسے ڈراؤنے ماحول میں چراغ بجھا کر سوتی۔" ڈیزی نے کہا اور اکڑوں بیٹھ کر لیمپ روشن کرنے لگی ساتھ ہی وہ بڑبڑاتی بھی جا رہی تھی "میرا لاکٹ مجھے واپس ملنا چاہیئے ورنہ میں خودکشی کر لوں گی آخر تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

"شاید تم پاگل ہو گئی ہو۔ میں کوئی ایسا بھونڈا طریقہ کیوں اختیار کرتا۔"

"یا خدا کیا میں پاگلوں میں آ پھنسی ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ لیمپ روشن کر چکی تھی۔

"ادھر دیکھو۔" ہام کو غصہ آ گیا "تم کیا اوٹ پٹانگ بک رہی ہو۔"

"مجھے یہاں کیوں لائے ...... کیوں لائے ہو۔"

"میری بات کا جواب دو۔ آخر تم کس بنا پر کہہ رہی ہو کہ لاکٹ میرے ہی پاس ہوگا۔"

"تم نے جزائر ظلمات اور میرے باپ کا حوالہ کیوں دیا تھا۔"

"آہا.... تو کیا وہ لاکٹ اسی سلسلے کی کوئی کڑی تھی؟" ہام کا لہجہ متحیرانہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ پُر اشتیاق بھی تھا۔

ڈیزی جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہام کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے لڑکی کے رونے کی ذرہ برابر بھی پرواہ ہو۔

"اوہ سمجھا۔" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا "دھوکا۔"

پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ شاید غصہ دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔

*

بڑے خیمے میں وہ سب اکٹھا تھے اور بن ہام ایک ایک کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

"بتاؤ! وہ کالی بھیڑ کون ہے جس نے لڑکی کے گلے سے لاکٹ اتارا تھا۔" بن ہام گرجا اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر یک بیک اس نے ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا

"مودن! تم جواب دو۔"

یہ گٹھیلے جسم کا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ قد میں ہام سے کچھ ہی کم رہا ہوگا.... آنکھوں سے مکاری مترشح تھی۔

"پتہ نہیں کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو.... ہام!" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "کیسا لاکٹ؟"

"لڑکی کے بارے میں کس نے معلومات فراہم کی تھیں؟" ہام کا لہجہ تلخ تھا۔

"میں نے!" مورن نے جواب دیا "لیکن کوئی بات چھپائی تھی۔"

"احمق نہ بنو!"

"اوہ! یہ جرأت۔" بن ہام آنکھیں نکال کر بولا "کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

"بن ہام! پھر کہوں گا کہ احمق نہ بنو۔ تم اس پارٹی میں ایک غیر ضروری اور غیر اہم شخصیت ہو۔" مورن نے کہا۔

بن ہام نے قہقہہ لگایا اور بولا "ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

"تم خود کو پارٹی کا لیڈر سمجھتے ہو ہام حالانکہ یہ بکواس ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارا حکم ماننے پر تیار ہو جائے تو مجھے ضرور قتل کر دینا۔"

بن ہام نے پلکیں جھپکائی تھیں۔ اس قسم کے جملے کسی غلط فہمی ہی کی بنا پر کہے جا سکتے ہیں اسے سوچنا پڑا۔

مورن بڑی لاپروائی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی میں بیٹھے لوگوں کے وحشت زدہ چہرے عجیب سے لگ رہے تھے۔

مورن ہام کو خاموش دیکھ کر بولا "سنو تمہیں لیڈر بنائے بغیر ہم ترقی نہ حاصل کر سکتے کیا سمجھے؟"

"تو لاکٹ تمہارے ہی پاس ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس لاکٹ کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

"لڑکی سو رہی تھی۔ کسی نے اس کے گلے سے زبردستی اس کا لاکٹ کھینچ لیا اس کی گردن پر بڑی سی خراش ہے۔"

"یہ تجویز کتنی احمقانہ تھی کہ اسے الگ چھولداری میں رکھا جائے۔" مورن نے تضحیک آمیز

انداز میں مسکرایا۔

"وہ خوفزدہ تھی۔" بن ہام نے کہا پھر یک بیک دانت پیس کر بولا "اوہ کیا بکواس ہے میں تو سچ مچ اسی انداز میں گفتگو کر رہا ہوں جیسے تم ہی لیڈر ہو"

"حکم دے کر دیکھو کسی کو۔" مورن نے قہقہہ لگایا اور ڈیزی آگے بڑھ کر بولی "اگر وہ کٹ تمہارے پاس ہے تو مجھے واپس کر دو۔ ورنہ وہ تم پر تباہی لائے گا"

"بکواس بند کرو" مورن نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ پھر ہام سے بولا "یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے درمیان کسی قسم کا جھگڑا ہو۔ مگر اب تمہیں ایک قیدی کی حیثیت سے رہنا پڑے گا۔ نہیں جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرو"

"ٹھہرو!" دفعتاً ایک لمبا تڑنگا حبشی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے اور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"سنا ____؟" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

"ہاں! وہ کسی پرندے کی آواز تھی۔" مورن بولا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں یہ کسی پرندے کی آواز نہیں تھی۔ میں جنگلوں کا کیڑا ہوں۔"

"پھر تم اسے کیا سمجھے ہو؟"

"بہت قریب سے ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور یہ آواز.... یہ کسی کے لیے کسی قسم کا پیغام تھا"

یک بیک ہام نے مورن پر چھلانگ لگائی اور وہاں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پھر چار آدمیوں کے علاوہ سبھی ان پر جھک پڑے۔ ان چاروں میں یہ حبشی بھی شامل تھا۔ ایک طرف ڈیزی کھڑی کانپ رہی تھی۔ پھر وہ بھی کھسک کر انہیں کے قریب آ گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا پاگل پن ہے۔ کیا یہ اسے مار ڈالیں گے" اس نے

کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں پیار کرکے چھوڑ دیں گے۔" اس آدمی نے کہا جو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا تھا۔ "اس لاکٹ میں کیا تھا؟"

"دنیا کا مہلک ترین جادو۔ یہ سب مر جائیں گے.... میرے خدا۔"

"اب کیا خیال ہے....." نو عمر آدمی نے احمق سے پوچھا "کیا اسے بچانے کی کوشش کی جائے؟"

"خود کو بچانے کی کوشش کرو...." حبشی بولا "وہ آواز ایسی ہی تھی.... کہ.... کہ.... ہولی فادر...."

وہ اچھل پڑا۔ اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں احمق سے بولا "ہم گھیر لیے گئے ہیں باس!.... وہ بہت قریب ہیں۔"

احمق کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ہام کی گھٹی گھٹی سی چیخیں سنائی دینے لگیں "ارے کیا تم سب نمک حرام ہو۔ کوئی بھی میری مدد نہیں کرے گا۔"

یکایک احمق کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور نظر آئے اور اس نے چیخ کر کہا۔ "ہٹ جاؤ۔ مسٹر ہام کو چھوڑ دو۔ ورنہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔"

"کیا کر رہے ہو۔" نو عمر آدمی اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتا ہوا بولا "ہام کے مر جانے میں ہمارا کیا نقصان ہے۔"

لیکن احمق بدستور ان لوگوں کی طرف ریوالور تانے رہا۔ وہ ہام کو چھوڑ کر ہٹ گئے تھے۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" موسن اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے دہاڑا۔ "تمہیں کس نے ملازم رکھا تھا؟"

"راس نے"۔ احمق نے اپنے قریب کھڑے ہوئے نو عمر آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

ہام زمین پہ بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پہ

لمبی لمبی خون آلود خراشیں تھیں۔

"یہ کون ہے؟" مورن نے نوکمر آدمی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"پارٹی کا لیڈر۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یہی جملہ کچھ دیر پہلے مسٹر ہام نے بھی دہرایا تھا اس لیے میں برا نہیں مانوں گا ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم سب جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ جنگلیوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کالا آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔"

ہام اٹھا اور بالکل پاگلوں کے سے انداز میں مورن کی طرف بڑھنے لگا اس کے ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے مورن کا گلا گھونٹنا چاہتا ہو۔

"مسٹر ہام! گولی مار دوں گا اگر تم نے مورن کو ہاتھ بھی لگایا۔" احمق نے اسے للکارا۔ اور ہام کے قدم رک گئے۔ پھر وہ اس کی طرف مڑا۔ ہام کی آنکھیں خونخوار تھیں۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ مجسم سوال نظر آ رہا تھا۔

"مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے مسٹر ہام۔ میں تو پارٹی کے لیڈر کے حق میں بول رہا ہوں۔" احمق نے کہا۔

"تم مورن سے بھی زیادہ پاگل معلوم ہوتے ہو۔"

احمق اسے کوئی جواب دینے کی بجائے حبشی سے بولا۔ "کیا تم باہر نکل کر اپنے شبہے کی تصدیق کر سکتے ہو؟"

"میں اندھیرے میں مرنا پسند نہیں کرتا باس۔ ہم صبح تک اسی صورت میں محفوظ رہ سکتے ہیں کہ خیمے سے باہر قدم نہ نکالیں۔ وہ ہمیں گھیر چکے ہیں لیکن صبح سے پہلے حملہ نہیں کریں گے۔"

احمق تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ہام سے بولا۔ "ہم تمہاری لیڈر شپ تسلیم کر لیں گے اگر تم اسی وقت خیمے سے باہر نکلنے کی ہمت کر سکو..... وہ نہیں مسٹر مورن! تم یا تمہارے

آدمی مجھے کبھی غافل نہیں پا سکتے۔ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی ہٹ کر دیکھو کھوپڑی کا سوراخ سیٹیاں بجائے گا۔"

"تو اس طرح تم ہمیں ان جنگلیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو جو تمہارے بیان کے مطابق ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔" مورن غرایا۔

"ہاہا!" احمق نے قہقہہ لگایا۔ "مگر مسٹر مورن تمہارے دو آدمی اس وقت بھی کم ہیں۔ کیا تمہیں ان کے بارے میں تشویش نہیں ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کچھ بھی نہیں۔" احمق کا لہجہ سخت تھا "جوزف اور صفدر! تم ان لوگوں کو جلد از جلد غیر مسلح کر دو۔"

حبشیوں نے احمق کو گالیاں دینا شروع کر دیا تھا لیکن صفدر اور جوزف نے ان کی جامہ تلاشی لے کر غیر مسلح کر دینے میں دیر نہیں لگائی۔

"مسٹر ہام کس خوشی میں چھوڑ دیئے گئے ہیں؟" احمق نے کہا۔ اس کے ساتھیوں نے ہام کی جامہ تلاشی نہیں لی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" ہام دانت پیس کر غرایا۔

"ہاں خود تم سے تو نہیں ہو سکے گا اس لیے دوسرے ہی یہ تکلیف برداشت کریں گے۔۔۔۔ جوزف!"

حبشی نے ہام کو بھی ٹٹولنا شروع کر دیا اور اس کی جیب سے صرف ایک بڑا شکاری چاقو برآمد کر سکا۔

"اب جاؤ!" احمق کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان دشمنوں کو تلاش کرو جنہوں نے تمہیں اس وہم میں مبتلا کیا تھا کہ جنگلی ہمارے گرد گھیرا ڈال رہے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا باس!"

"مسٹر موسن کیا تم اس کالی عقل والے کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" احمق بولا "تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ اسے یاد رکھنا۔" موسن نے آنکھیں نکالیں "میری یادداشت بہت کمزور ہے اس لیے نوٹ کر لوں گا۔ جوزف صفدر باہر جاؤ وہ دونوں تمہیں آس پاس کی جھاڑیوں میں ضرور ملیں گے۔ اب تمہیں اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ یہاں کون موجود نہیں ہے۔"

صفدر نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر جوزف کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

احمق کے دونوں ہاتھوں میں اب بھی ریوالور موجود تھے اور وہ کسی کی طرف سے غافل بھی نہیں تھا۔ جوزف اور صفدر باہر چلے گئے۔ احمق موسن سے کہہ رہا تھا۔ "تمہاری اسکیم یہ تھی کہ یہ جھنڈیاں ہی دوسرے لوگوں میں ہراس پھیلانے کا باعث بنیں۔ تمہیں یقین تھا کہ وہ آوازیں سن کر جنگلیوں کے حملے ہی کی پیشین گوئی کرے گا وہ جانتا ہے کہ جب کی ٹولیاں کسی شکار کی تلاش میں نکلتی ہیں تو ایک ٹولی دوسری کو اپنی کامیابی کی اطلاع دینے کے لیے پرندوں کی آوازوں ہی کا سہارا لیتی ہے لیکن تم ہراس کیوں پھیلانا چاہتے تھے؟"

وہ خاموش ہو کر موسن کو گھورنے لگا۔

"بکتے رہو۔" موسن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کا جواب بھی رکھتا ہوں۔" احمق سر ہلا کر بولا۔ "تم جانتے تھے کہ لاکٹ کے سلسلے میں ہنگامہ ضرور برپا ہوگا اور عام یقینی طور پر تمہیں ہی مجرم سمجھے گا۔ کیونکہ اس کی وجوہات پہلے ہی سے موجود تھیں۔ لہٰذا تم نے یہ اسکیم بنائی کہ ٹھیک اسی وقت جب لاکٹ کا قضیہ چھیڑا ہو۔ جنگلیوں کی آمد کا ہلڑ ہو جائے اور اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم اپنے چند مخصوص ساتھیوں سمیت کسی طرف نکل جاؤ۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔"

"تو پھر یہی درست ہوگا کہ تم نکل بھاگنے کے لیے یہ ہنگامہ برپا نہیں کرانا چاہتے تھے بلکہ مقصد یہ تھا کہ افراتفری کے دوران ہام اور اس کے مخصوص ساتھیوں کو چن چن کر مار ڈالو...... آہاں.... یہی ہو سکتا ہے.... ورنہ لاکٹ حاصل کر لینے کے بعد تم خیمے کی طرف واپس ہی کیوں آتے۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر رہا تھا۔

دفعتاً صفدر اور جوزف دو آدمیوں کو دھکیلتے ہوئے اندر لائے۔

"گڈ!" احمق مسکرایا۔ "یہ ہیں وہ جنگلی جنہوں نے ہمارا محاصرہ کیا تھا۔ مورن لاکٹ نکالو۔ ورنہ بیک وقت دو گولیاں تمہاری کھوپڑی میں پیوست ہو جائیں گی۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ ہام کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک نظر آ رہی تھی۔ اس نے احمق سے پوچھا۔ "اور میرا کیا حشر ہوگا؟"

"اس کا فیصلہ یہ لڑکی کرے گی۔" احمق نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں نہیں!" ڈیزی مضطربانہ انداز میں بولی "میں کسی کی لاش دیکھنا [illegible] گی۔"

[illegible] تمہارا لاکٹ ان لوگوں پہ تباہی ضرور لائے گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں کشت و خون دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔"

"اس بے چاری کو یہاں کھینچ لانے کا کیا مقصد تھا ہام؟"

"یہی سؤر بتائے گا۔" ہام نے مورن کی طرف دیکھ کر کہا "اسی نے مجھے اس کا پتہ بتایا تھا۔ اور یہاں لانے کی اسکیم بنائی تھی۔"

"آخر کیوں؟ لاکٹ تو تم وہاں بھی چھین سکتے تھے۔"

"مجھے کسی ایسے لاکٹ کے وجود کا علم ہی نہیں تھا جو مورن کی دلچسپی کا باعث ہو سکتا۔ وہاں اس نے مجھ سے صرف یہی بتایا تھا کہ یہ لڑکی تریسے میں دفینوں کی نشاندہی

[illegible] لے دفینوں کے متعلق بہت کچھ بتا چکا ہے"

"[illegible] میرا باپ بحری قزاق نہیں تھا اس نے مجھے کبھی دفینوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ میری ماں سے خفا تھا اس لیے ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔"

"باپوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے حتیٰ کہ باپوں کے باپ بھی ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے مگر یہ لاکٹ۔ کیا تمہاری دانست میں اس کی کوئی اہمیت تھی؟"

"بہت زیادہ۔ کیونکہ وہ ایک مرتے ہوئے باپ کا تحفہ تھا۔" ڈیزی نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ میری ماں تو اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی لیکن اس نے کبھی مجھے اس کی وجہ نہیں بتائی۔ سخت ترین تاکید تھی کہ میں باپ سے کبھی نہ ملوں لیکن مجھے اس سے بڑی محبت تھی میں اکثر اس کے گھر جاتی رہتی تھی مگر ماں کو یہ بات کبھی معلوم نہ ہونے پائی۔ ایک بار وہ بہت بیمار ہو گیا بچنے کی کوئی امید نہ [illegible] اسی زمانے میں اس نے مجھے وہ لاکٹ دیا تھا اور استدعا کی تھی کہ میں ماں سے [illegible] ذکر نہ کروں۔ لاکٹ کے لیے اس کی ہدایت تھی کہ میں اس وقت تک اسے نہ کھولوں جب تک کہ میری شادی نہ ہو جائے اس کے ساتھ ہی اس نے زور دیا تھا کہ میں کسی ایسے آدمی سے شادی کروں جو اچھا جہازراں اور باہمت ہو۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے شادی سے پہلے اسے کھولا یا کسی کو دیا تو وہ لاکٹ دونوں پر تباہی لائے گا۔ اس سے زیادہ میں اس لاکٹ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔"

ڈیزی خاموش ہو گئی۔ اور احمق مورن کو گھورنے لگا۔

"مجھے جواب دو مورن۔" اس نے کہا "لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے تھے؟"

"تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سن سکو گے۔ کاش میں نے سب سے پہلے تمہیں ہی ٹھکانے لگایا ہوتا۔"

"نہیں یہ کبھی نہ ہو سکتا مسٹر مورن۔ لوگ عموماً مجھے احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟" مام نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں اس بیوی کا شوہر ہوں جو شاید کبھی نہ پیدا ہوگی ... اور اگر پیدا ہو بھی گئی تو سر پہ ہاتھ رکھ کر رو دے گی زندگی بھر!"

صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا صورت ہوگی۔ عمران جام کا ساتھ دے گا یا صفدر کا! [illegible] سے رفاقت ہی اسی شرط پر ہوئی تھی کہ وہ لوگ جزیرہ ٹونگ میں پہنچ کر [redacted] لگا دیں گے مگر بھلا عمران کو اس شرط سے کیا دلچسپی ہوتی۔ وہ تو صرف [redacted] چاہتا تھا۔

خود مونیکا نے بھی اس پر زور نہیں دیا تھا کہ شرط پوری ہی کی جائے۔ ویسے کشتی کا اسٹیئرنگ پوری طرح ان کے قبضے میں تھا۔ ہو سکتا ہے اسے علم ہی نہ رہا ہو کہ ایکسٹو نے کن شرائط پر اسے ان کا تابع فرمان رہنے کی ہدایت دی تھی۔ بہرحال صفدر جانتا تھا کہ وہ مونیکا کے علاوہ اور کسی کی کوئی بات نہیں مانے گا۔

مگر یہ تو بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال اس نئی الجھن سے عہدہ برآ ہونا مشکل نظر آرہا تھا۔ پارٹی ڈیزی سمیت بائیس افراد پر مشتمل تھی لیکن اس وقت سترہ آدمی اسلحہ اٹھائے کھڑے تھے اور عمران کے ہاتھ میں ریوالور تھے۔ ان سترہ آدمیوں کو اس طرح قابو میں رکھنا کہ وہ آئندہ ان کے لیے کام بھی کرتے رہیں قریب قریب ناممکن ہی تھا۔ اب صفدر یہی سوچ رہا تھا کہ دیکھیے عمران کی الٹی کھوپڑی کیا گل کھلاتی ہے۔

دفعتاً مونیکا نے کہا "مورن کو اس فراڈ کی سزا ضرور ملنی چاہیے!"

"تم آخر ہو کون؟" مورن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"اگر میں خود کو ظاہر کر دوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ دم کیسے نکلتا ہے۔"

"یہ دیکھنا ہے تو پانچ چھ بچوں کے باپ بن جاؤ۔" عمران بول پڑا

"کھیل ختم ہونا چاہیئے۔" مونیکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "میں ہام کے حق میں ہوں"

"تب پھر ہمیں صرف چھ آدمیوں سے نپٹنا پڑے گا۔ پانچ ہی مورن کے خاص آدمیوں میں سے ہیں۔ بقیہ مرعوب ہو گئے تھے لیکن ہام کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ان چھ آدمیوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔"

"مجھے تم لوگوں کی ہر شرط منظور ہے۔" ہام سر ہلا کر بولا "لیکن لاکٹ اسے واپس کرنا پڑے گا"

"لاکٹ اس وقت اس کے پاس نہیں ہے۔" عمران بولا "فکر نہ کرو۔ وہ بھی مل ہی جائے گا اچھا دوست مورن۔ اب تم ہمارے قیدی ہو۔"

مورن کچھ نہ بولا۔ عمران کے اشارے پر صفدر اور جوزف نے چھ آدمیوں کے ہاتھ باندھ دیئے۔

"خدا کے لیے مجھے واپس بھجوا دو۔ اب کیا ہوگا۔" ڈیزی سسکیاں لے رہی تھی۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ حتیٰ کہ مورن اور اس کے ساتھی بھی خاموش تھے کچھ دیر بعد ہام نے پھر لاکٹ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"مجھے علم ہے کہ لاکٹ اس نے کہاں چھپایا ہے۔" عمران نے کہا۔

"آخر تمہیں ان سب باتوں کا علم کیسے ہوا تھا۔" ہام نے پوچھا

"مورن کا خیال تھا کہ اس پارٹی میں جرمن زبان کسی کو بھی نہیں آتی اس لیے وہ اپنے ان دو آدمیوں سے جرمن میں گفت گو کیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں پہنچتے ہی لاکٹ اڑانے کی اسکیم بنائی تھی۔ ان دونوں آدمیوں پہ اسے شاید پورا پورا اعتماد ہے۔"

"اب مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ پانچ مورس ہی نے مہیّا کیے تھے۔" ہام بولا "میرے خدا۔ اتنا بڑا فراڈ۔ گویا میری حیثیت اس سے زیادہ نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کے لیے کشتی مہیا کر دوں۔ مورس نے مجھے اسی لیے ساتھی بنایا تھا ورنہ انہیں کشتی کہاں مل سکتی۔"

"تو مورس ہی نے تمہیں اس سفر پر آمادہ کیا تھا۔"

"قطعی۔ ورنہ میں تو ان حرکتوں کو حماقت سمجھتا تھا۔ اسی کے خیال دلانے پر میں نے کیسپر کے متعلق چھان بین کی تھی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی زمانے میں بحری قزاق تھا۔"

"کیسپر کون؟"

"ڈیزی کے باپ کا نام کیسپر تھا۔"

"خیر ختم کرو۔ اس سے کہو کہ کیا تم بقیہ آدمیوں پر اعتماد کر سکتے ہو۔" عمران نے بلند آواز میں کہا۔ غالباً مقصد یہی تھا کہ سب سن لیں۔

وہ آدمی جن کے ہاتھ نہیں بندھے تھے گڑگڑانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکے تھے۔ ان کے لیے فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کس کا ساتھ دیں۔ حقیقتاً وہ یہاں اس ویرانے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اب وہ ہام ہی کو لیڈر سمجھیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں ایسے جھگڑوں سے غرض ہی کیا۔ وہ تو معقول معاوضے کی لالچ میں یہاں چلے آئے تھے۔

"نہیں۔ میں لیڈر نہیں بننا چاہتا۔ میں تو اب واپسی ہی میں سب کی بہتری دیکھتا ہوں۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے مورس کے جال میں پھنس کر اس بے چاری لڑکی کو ورغلایا۔ پتہ نہیں اسے یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔"

وہ خاموش ہو کر مورس کو گھورنے لگا۔ پھر بولا "تم وہ لاکٹ کسی نہ کسی طرح وہاں بھی حاصل کر سکتے تھے۔ خود اسے یہاں ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"سوچتے رہو!" مورس ڈھٹائی سے مسکرایا "میری زبان سے اس کے متعلق تم ایک

لفظ بھی نہ سن سکو گے۔"

پھر اس نے عمران سے کہا "تم نے اس سؤر پہ اعتماد کر لیا ہے۔ ذرا لاکٹ اس کے ہاتھ لگنے دو۔ پھر دیکھنا۔"

"لاکٹ میں کیا ہے؟" عمران نے پوچھا

"میں کہہ چکا ہوں کہ کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ تم غالباً جانتے ہی ہو کہ وہ کہاں ہے خود دیکھ لینا۔"

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور مونیکا کی طرف مڑ گیا۔ وہ مردانہ لباس میں تھی اور سر پہ چمڑے کا خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال چھپ گئے تھے یہ تدبیر عمران نے اسی لیے کی تھی کہ مونیکا کے بال نہ کاٹنے پڑیں۔ ورنہ پہلے تو اس نے کہا تھا کہ اس میک اپ کے لیے بال ترشوانا ضروری ہو جائے گا۔ مونیکا نے اس پہ آمادگی بھی ظاہر کی تھی۔ مگر پھر شاید عمران کو اس پر رحم ہی آ گیا تھا۔

عمران نے تو اپنی دانست میں بھلائی ہی کی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ مونیکا خود ہی بالوں سے تنگ آ گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ چمڑے کا خود چڑھانے سے تو یہی بہتر تھا کہ بال کٹوا دیے جاتے۔ برابر شکایت کرتی رہتی تھی کہ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کی جڑوں میں سوئیاں چبھ رہی ہوں۔

اس وقت اس نے عمران اور صفدر کو الگ لیجا کر کہا "اگر اب میں خود کو ظاہر کر دوں تو حالات بدل سکتے ہیں۔"

"کیسے حالات؟" عمران نے پوچھا۔

"ہام کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ خدشہ باقی نہ رہے گا کہ وہ ہمیں دھوکا بھی دے سکتا ہے۔"

"آخر کس بنا پہ؟"

"اگر اسے میری اصلیت معلوم ہو جائے تو وہ کسی وفادار کتے کی طرح میرے پیچھے دُم ہلاتا پھرے گا۔"

"پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا کہ تمہارے پیچھے دُم بھی ہے۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا

"فضول بکواس مت کرو۔" مونیکا جھنجھلا گئی۔

عمران چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے اس سے سروکار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گی۔ بہرحال یہ سفر بوغا کے لیے جاری رہنا چاہیے نہ کہ کسی خزانے کے لیے۔"

"مجھے خزانے سے کیا سروکار۔"

"ہم چار آدمی یہ سفر جاری نہ رکھ سکیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان تمام لوگوں کو ساتھ رکھا جائے۔ ہمیں بار برداروں کی ضرورت پیش آئے گی ایسے لوگ درکار ہوں گے جو جنگل میں راستے بنا سکیں۔ یہ پارٹی پورے انتظامات کے ساتھ آئی تھی۔"

"لیکن ٹھہرو۔" مونیکا کچھ سوچتی ہوئی بولی "انہیں قابو میں رکھنا آسان کام نہ ہوگا۔ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

"انہیں معلوم کیسے ہوگا کہ ہم کسی دوسرے مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ ان کی اور ہماری راہیں ایک ہی ہوں۔"

"ان بیچاروں کی ابھی کوئی راہ ہی نہیں ہے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا

"کیوں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟"

"اگر بوڑھی آرمورن جلد بازی سے کام نہ لیتا۔ ہام کو اس نے یہی بتایا تھا کہ جزیرے میں پہنچ کر لڑکی خزانے کی نشاندہی کر سکے گی لیکن حقیقتاً اسے ڈاکٹ کا خطرہ تھا کیونکہ شاید ڈاکٹ ہی اس سلسلے میں رہنمائی کر سکے گا۔"

"تم جانتے ہو اس نے لاکٹ کہاں چھپایا ہے؟"

"وہ اس وقت میری جیب میں ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ موردن نے اسے کھول کر دیکھا نہ ہوگا؟"

"موقع ہی نہیں مل سکا تھا اسے .... اس نے لاکٹ کھینچا تھا لڑکی چیخی تھی اور سام اٹھ کر بھاگا تھا۔ یہی ہو سکتا ہے کہ موردن اچانک اسے دیکھ کر نروس ہو گیا ہو ورنہ اسے ختم کر دینے کی اسکیم تو پہلے ہی سے بنا رکھی تھی۔ بہرحال سام کو دیکھ کر اس نے لاکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔"

"اور تم نے شروع ہی سے اس پر نظر رکھی تھی؟"

"نہ رکھی ہوتی تو اس وقت حالات دوسرے ہوتے۔" عمران نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

عمران

بقیہ رات بخیر و خوبی گذری تھی لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی سویا ہو۔

ابھی اجالے میں دھندلاہٹ کی ہلکی سی آمیزش باقی تھی۔ صفدر خیمے سے باہر نکلا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ساری تھکن یک بیک غائب ہو گئی ہو۔ ہوا خوشگوار تھی اور افق میں پھیلنے والی ہلکی سی سرخی بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

وہ چٹان کے سرے تک چلا آیا۔ خیمے ساحل سے بلندی پر نصب کیے گئے تھے مقصد غالباً یہی تھا کہ گرد و پیش پر نظر رکھی جا سکے۔

صفدر نے ایک سگرٹ سلگایا اور چٹان کے سرے پر بیٹھ گیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عمران آخر اس سچویشن کو کس طرح کنٹرول کرے گا ہام اور مورن دونوں ہی خطرناک تھے۔ وہ اس مسئلے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایسا موقعہ ہاتھ نہیں آ سکا تھا جب مونیکا بھی ساتھ نہ ہوتی۔ اردو میں بھی گفتگو ہو سکتی تھی لیکن مونیکا جان کو آ جاتی۔ جیسے ہی اردو میں گفتگو شروع کرتے وہ چیخنے لگتی۔

"یقیناً تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کرو گے"۔ بس بات جہاں تہاں رہ جاتی۔ صفدر نے ایک طویل سانس لی اور سگرٹ کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ اجالے کا ملگجا پن دور ہوتا جا رہا تھا اور افق کی سرخی پہلے سے زیادہ گہری ہو گئی تھی۔

دفعتاً خیموں کی جانب سے شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے سب بیک وقت بولنے لگے ہوں۔ پھر جوزف دکھائی دیا جو تیزی سے صفدر ہی کی طرف آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے فوجیوں کے سے انداز میں ایڑیاں بجائی تھیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" صفدر نے پوچھا

"عورت!" جوزف نے بسورنے کے سے انداز میں منہ بنایا

"کیا مطلب؟"

"اس عورت نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا جسے میں ماسٹر ٹوٹی کہتا تھا۔

"او ہاں! کیا وہ عورت بن گیا ہے؟"

"میں اسے پسند نہیں کرتا مسٹر صفدر۔ لیکن باس کو کون سمجھائے۔ آخر اس منحوس عورت کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سے تو ہی کی چھپکلی چمٹی ہوئی ہے۔ ایسی عورتیں منحوس ہوتی ہیں مسٹر صفدر۔ تباہی لائے گی وہ۔ سولھویں کا چاند ہونے دو۔ خود دیکھ لینا۔ وہ چمگادڑ چھپنے گی اس پہ جو آدھی کالی اور آدھی سفید ہوتی ہے..... ہولی فادر....."

اس نے انگلیوں سے کراس بنایا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا رہا۔ صفدر نے سگرٹ کے آخری کش لیے اور اسے اچھالتا ہوا بولا "کیا وہ ان سب کے سامنے آ گئی ہے؟"

"[illegible] ہے اور وہ اس طرح خوش ہو رہے ہیں جیسے اس سے ناچنے کو کہیں گے

ہام اس کے گرد ناچ رہا ہے اور مورن کہتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں ہی سے قتل کر دے۔ یہ کتے کے پلّے خود کو مرد کہتے ہیں۔"

"تمہارا باس کیا کر رہا ہے؟" صفدر نے پوچھا

"وہ عبادت میں مشغول ہو گیا ہے۔" جوزف نے بڑی عقیدت سے کہا

عبادت کا مطلب یہی تھا کہ عمران سر کے بل کھڑا ہو گیا ہوگا۔

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے بہت برا ہے۔" جوزف نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "دوستی نے موسن اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ کھلوائے ہیں۔ موسن اور ہام نے سمجھوتہ کر لیا ہے۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا

"کوئی نہیں جانتا کہ ان جنگلوں کے پیچھے کیا ہے۔" جوزف نے دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "باس نے اگر دھوکا کھایا تو ہماری ہڈیوں تک کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔"

صفدر خیموں کی جانب چل پڑا تھا۔ جوزف کہتا رہا "نہیں کہا جا سکتا کہ ادھر کیسے لوگ ملیں گے۔ مجھے اس جنگل سے خون ہی خون کی بو آ رہی ہے پچھلی رات وہ آوازیں سن کر تو میں یہی سمجھا تھا کہ میں ان لوگوں کو سمجھ سکوں گا۔ مگر وہ تو مورن کا فراڈ تھا... اوہ... مگر لاکٹ کا کیا قصہ تھا مسٹر صفدر؟"

"میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے نہیں بتایا تھا۔" صفدر نے جواب دیا

خیمے میں پہنچ کر اس نے مونیکا کو اپنے اصلی روپ میں دیکھا اور وہ سب بے حد خوش نظر آئے۔ البتہ عمران ایک گوشے میں برا سا منہ بنائے بیٹھا تھا اور ڈینزی بھی اس کے قریب ہی تھی اب معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ دونوں دوسروں سے بیزار ہو کر الگ جا بیٹھے ہوں۔ "آؤ آؤ۔ تم لوگ کہاں تھے لیڈی مونیکا کے مخصوص ساتھیو!" مورن ہاتھ اٹھا کر بولا "تم اب جان سے بھی زیادہ پیارے ہو!"

صفدر نے مونیکا کی طرف دیکھا جو ایسے ہی انداز میں کھڑی تھی جیسے وہ

سب اس کے غلام ہوں۔

پھر صفدر عمران کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مونیکا کی گرمجوشی پر سر کو خفیف سی جنبش دی تھی۔ جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

ڈیزی عمران سے آہستہ آہستہ پوچھ رہی تھی "بتاؤ یہ عورت کون ہے۔ کیا وہی مونیکا جو لیپرٹ سٹیڈ میں بڑی شہرت رکھتی تھی۔"

"خدا جانے" عمران بڑبڑایا "اگر کچھ دیر بعد میں بھی عورت ہو گیا تو دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔"

"تم نہیں جانتے تھے کہ یہ کوئی عورت ہے۔"

"جانتا تو مر ہی گیا ہوتا۔"

"کیوں؟"

"عورتوں سے ڈر لگتا ہے مجھے" عمران ایک طرف کھسکتا ہوا بولا پھر صفدر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو بیٹھو۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ذرا اپنی یادداشت درست کر آؤں۔"

ڈیزی اسے جاتے دیکھتی رہی جب وہ باہر نکل گیا تو اس نے صفدر سے پوچھا "تم اسی کے ساتھیوں میں سے ہو؟"

"ہاں!" صفدر نے لاپروائی سے جواب دیا

"یہ کیسا آدمی ہے؟"

"اسی سے پوچھنا۔ میں نہیں جانتا ... لیکن کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتیں اب وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس کا؟"

"موسیو صفدر!" مونیکا نے اسے آواز دی اور وہ ڈیزی کی بات کا جواب

دیے بغیر اس کی طرف مڑ گیا۔

"قریب آؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

صفدر آگے بڑھ گیا۔ مونیکا چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی پھر بولی "اسے سمجھاؤ۔"

"کسے سمجھاؤں؟"

"اپنے ساتھی کو۔ کبھی وہ ہوش کی باتیں کرتا ہے کبھی پاگلوں کی سی۔"

"میرا خیال ہے کہ تم خود ہی بہتر طور پر سمجھا سکو گے۔ اب یہی دیکھو وہ جو رات ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے اس وقت ......"

"شش! میں اس کی بات کر رہی ہوں۔ کیا مجھے اس کے متعلق کچھ بتا سکو گے؟"

"کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"کیا تمہیں اس کی لیڈر شپ پر پورا پورا اعتماد ہے؟"

"قطعی غیر ضروری سوال ہے۔"

"موسیو صفدر میں الجھن میں ہوں۔"

گفتگو اتنی آہستگی سے ہو رہی تھی کہ دوسروں تک آوازوں کے پہنچنے کا امکان نہیں تھا۔

"وہ دوسروں کو الجھن میں مبتلا رکھنے کا عادی ہے اس کی اصلاح ناممکن ہے۔"

"وہ جو کچھ بھی کہتا ہے اسے سمجھنے نہیں دیتا۔ جب کچھ کر گزرتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ مثلاً شاید ابھی اس نے تم سے یہی تو کہا تھا کہ وہ اپنی یاد داشت درست کرنے جا رہا ہے۔ اسی کا مطلب سمجھا دو مجھے۔"

مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تم سبھوں کی یادداشت درست کر کے نہ رکھ دے۔"

"کیا مطلب؟" مونیکا نے کہا اور پھر یک بیک اچھل پڑی۔ "یہ آواز کیسی .... اوہ!"

اور پھر صفدر نے اسے تیزی سے آگے بڑھ کر باہر نکلتے دیکھا۔ اس کے بعد سبھی باہر آگئے۔ مونیکا اس چٹان کی طرف دوڑی جا رہی تھی جہاں سے ساحل نظر آتا تھا۔

"اوہ۔ یہ کیا" الفاظ چیخ ہی کی شکل میں زبان سے نکلے تھے۔

چٹان کے سرے پر رک کر وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے چیخ رہی تھی

"او دیوانے یہ کیا ہو رہا ہے"

دخانی کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی پھر وہ سبھی چیخنے لگے صفدر بوکھلا گیا تھا لیکن پھر بھی اتنا ہوش تو تھا ہی کہ وہ اپنی اور جوزف کی سلامتی کی فکر کر سکتا۔ وہ سب حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے صفدر نے جوزف کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں عمران کو کیا سوجھی تھی۔ فوری طور پر صفدر کی سمجھ میں نہ آسکا۔ اسے تو فی الحال بچاؤ کی فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی یہ لوگ پاگل ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ مونیکا بھی انہیں کا ساتھ دے۔ عمران سے حرکت ہی ایسی سرزد ہوئی تھی۔

خیمے میں پہنچ کر انہوں نے اسلحہ کے ذخیرے پر قبضہ کر لیا صفدر نے ایک ٹامی گن اٹھائی اور جوزف سے کہا "تم یہیں ٹھہرو۔ میں انہیں خیمے سے دور ہی رکھوں گا۔"

"مگر مسٹر صفدر یہ ہوا کیا ہے"

"تمہارا باس کشتی لے بھاگا۔ اب وہ ہمارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔"

"مگر باس نے ایسا کیا ہی کیوں ؟"

"اوہ ختم کرو۔ انہیں اسلحہ سے دور ہی رکھنا ہے۔ ہوشیار رہنا۔" صفدر نے کہا اور باہر نکل آیا۔

وہ شور مچاتے واپس ہو رہے تھے۔ صفدر پر نظر پڑتے ہی ان کے جوش و خروش

میں اور اضافہ ہو گیا۔

"ٹھہرو!" صفدر نے ٹامی گن کو جنبش دی۔

وہ تو رک گئے لیکن ان کی زبانیں نہ رکیں۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر گالیاں دے رہے تھے۔ دفعتاً مونیکا آگے بڑھ کر چیخی۔ "یہ کیا بیہودگی ہے.... ایسا کیوں ہوا....؟"

"انہیں چپ کراؤ۔ میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" صفدر نے چیخ کر کہا۔ چیخنا یوں پڑا تھا کہ اس شور میں اس کی آواز مونیکا تک پہنچ سکے۔

"بمشکل تمام وہ خاموش ہوئے اور مونیکا پھر صفدر کی طرف مڑی۔

"وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔" صفدر نے کہا۔

"کیا مجھ اس سے۔"

"اس نے یہی کہا تھا تم خود بھی سن چکی ہو۔ ارے تم دونوں کہاں چلے۔ اپنی جگہ پر ٹھہرو۔"

وہ دونوں آدمی رک گئے جو بھیڑ سے کٹ کر کسی اور طرف نکل جانا چاہتے تھے۔

"کیا تم بھی اسی کی طرح پاگل ہو گئے ہو۔ ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔

"اس سے زیادہ عقلمندی مجھ سے پہلے کبھی نہیں سرزد ہوئی۔" صفدر مسکرایا۔ "اگر ذرا سی بھی غفلت کرتا تو یہ بھیڑیے پل بھر میں ہماری تکا بوٹی کر ڈالتے۔"

"آخر مقصد کیا ہے اس کا؟"

"وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ واپس آئے گا۔ کہاں گیا ہے؟ اس سے اتنا ہی لاعلم میں بھی ہوں جتنی کہ تم ہو سکتی ہو۔ ان لوگوں کو سمجھاؤ اور قابو میں رکھو۔ وہ واپس آئے گا۔ اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے ذاتی تحفظ کے لیے کیا ہے۔"

"اگر کوئی اسکیم تھی تو اس نے مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا۔"

"تم سے پہلے مجھے آگاہ کرنا چاہیے تھا۔" صفدر بولا۔

"خیر ختم کرو۔ مجھے بھی یقین ہے کہ وہ کم از کم مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہیں کریگا ٹامی گن زمین پر ڈال دو۔"

"اس کی واپسی سے پہلے ناممکن ہے مونیکا۔"

"تم مجھے حکم دو مونیکا۔ میں اس سے گن چھینے لیتا ہوں۔" مورس آگے بڑھ کر بولا

"اپنی شامت نہ بلاؤ۔۔۔ پیچھے ہٹو۔" صفدر غرایا۔

"نہیں!" مونیکا نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ واپس آ جائے گا۔ اور اسے بھی اپنا دشمن نہ سمجھو۔ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ خود مجھے اس شدت سے غصہ آیا تھا کہ ان دونوں کی دھجیاں اڑا دیتی۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔

صفدر نے انہیں اس خیمے میں جانے کو کہا۔ جہاں صرف کھانے پینے کا سامان تھا۔

اس نے انہیں تو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا لیکن خود دل ہی دل میں عمران کو برا بھلا کہتا رہا تھا۔ اس حماقت کی بھی سند نہیں تھی۔ خود بھی خطرے میں پڑا تھا اور انہیں بھی خطرے میں ڈال گیا تھا۔ مقصد کچھ بھی رہا ہو۔ طریق کار صفدر کی دانست میں لغو تھا۔

کچھ دیر بعد مونیکا پھر خیمے سے برآمد ہوئی۔ وہ تنہا تھی۔ صفدر ایسی جگہ کھڑا خیمے کی نگرانی کر رہا تھا جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا سی بھی غفلت جہنم ہی میں پہنچا دے گی۔

"دیکھو صفدر! یہ بہت برا ہو رہا ہے۔" مونیکا نے کہا

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ وہ تو اسی قسم کا آدمی ہے۔"

"اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ تم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"وہ خود خطرات کا کیڑا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے اسے تم ہمیشہ اونگھتا ہوا پاؤ گی لیکن اس کے ساتھیوں کو اسی طرح جاگتے رہنا پڑتا ہے جیسے تلوار کی دھار پر چل رہے ہوں۔ آہا..... ٹھہرو..... قریب آؤ..... میں تمہیں بتاؤں۔"

صفدر نے محسوس کیا کہ مونیکا ہچکچا رہی ہے۔

"ڈرو نہیں..... آؤ....."

"بکو مت..... میں ڈروں گی؟" مونیکا نے جھنجھلا کر کہا اور اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

"دیکھو! کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اسی جگہ اترے ہوں جہاں سے ہمیں سفر شروع کرنا ہے؟" صفدر نے آہستہ سے کہا۔

"یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"یہ لوگ اپنی راہ کا تعین بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کا انحصار لاکٹ پر تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ہمارا ساتھی جانتا ہے کہ سفر کہاں سے شروع کرنا ہے۔ کیونکہ تمہارے کاغذات میں راہ کی نشاندہی موجود ہے لیکن وہ یہاں اترنے سے پہلے انہیں مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔"

"ہاں چلو..... یہ بھی درست ہے۔"

"اب اسے یہ ظاہر کرنا ہے کہ لاکٹ والے نقشے کے مطابق سفر جاری ہے اس لیے کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے ہی سے وہ جگہ دریافت کر لی جائے جہاں

سے سفر شروع کرنا ہے۔ اگر وہ اپنا ارادہ ظاہر کرتا تو مورن اور ہام بھی ساتھ جانے پر بضد ہوتے اور انہیں کسی طرح بھی نہ روکا جاسکتا۔ لیکن ان کی موجودگی میں بھلا تمہارے کاغذات کیسے نکالے جاسکتے۔ ان کاغذات میں راہ کی نشاندہی کسی نقشے کی شکل میں نہیں کی گئی بلکہ اس کا بیان ایک سفرنامے کی صورت میں کئی صفحات پر مشتمل ہے پھر بتاؤ انہیں کیسے یقین دلایا جاسکتا۔ کہ اتنے صفحات اس ننھے سے لاکٹ سے برآمد ہوئے ہوں گے۔۔۔ بات سمجھ رہی ہو نا میری؟"

مونیکا نے ایک طویل سانس لی۔

تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

"ایسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ تم ٹھیک کہتے ہو یہی بات ہوگی۔ مگر پھر وہ اتنا احمق کیوں نظر آتا ہے۔ یہی خدشہ رہتا ہے کہ کہیں کوئی بڑی حماقت نہ کر بیٹھے۔"

"احمق بھی ہے۔" صفدر مسکرایا

"اس کی حرکتیں مجھے غصہ دلاتی ہیں۔"

"ان کی طرف دھیان ہی نہ دو۔۔۔۔ ارہاں۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ مورن اور ہام تمہیں دھوکا نہ دیں گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" مونیکا مسکرائی۔ "سرکش ترین مرد بھی ان قدموں پہ جھک جاتے ہیں۔"

"تب تو میرا ساتھی یقینی طور پر تمہارے لیے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہوگا؟"

"میں اسے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔" مونیکا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

صفدر خاموش ہوگیا تھا۔ مونیکا بھی چپ چاپ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

"یک بیک اس نے مسکرا کر کہا" تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔ اگر میں نے اشارہ بھی کر دیا ہوتا تو وہ تمہیں اس حال میں بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ خیمے کے اندر ایک رائفل موجود ہے کچھ راؤنڈز بھی ہیں۔ مورن بضد تھا کہ تمہیں گولی مار دے مگر میں نے روک دیا۔"

"اس لیے میں ٹامی گن تمہارے حوالے کر دوں۔" صفدر مسکرایا۔

"اور تم شاید جھوٹ سمجھتے ہو۔" مونیکا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر مورن کو آواز دے کر کہا کہ وہ رائفل سمیت باہر آ جائے۔

مورن نے دیر نہیں لگائی۔

سچ مچ اس کے ہاتھوں میں رائفل تھی

مونیکا نے کہا کہ وہ ایک ہوائی فائر کر کے اسے دکھائے۔

صفدر اتنا احمق نہیں تھا کہ ہوائی فائر کا منظر دیکھنے کے لیے ہمہ تن توجہ ہو جاتا۔ اسے یقین تھا کہ مورن اسی پہ فائر کرے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔

وہ سچ مچ ہوائی فائر ہی تھا اور فائر کرنے کے بعد رائفل کی نال جھکا دی گئی تھی۔

ٹھیک اسی وقت دوسرے خیمے سے جوزف کی آواز آئی "مسٹر صفدر ہوشیار ہوشیار.... میں گوریلوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔"

"گوریلے!" مورن اچھل پڑا۔ اور صفدر نے ٹامی گن مونیکا کی طرف بڑھا دی۔

"میں نے تو کسی قسم کی آواز نہیں سنی۔" مونیکا بڑبڑائی۔

صفدر نے جوزف کو آواز دی اور وہ خیمے سے نکل کر دوڑتا ہوا ان کی طرف آ گیا۔

"گوریلے .... گوریلے ...." وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"تم نے کب سے نہیں پی۔" صفدر نے پوچھا

"اوہ .... میں غلط نہیں کہہ رہا۔"

"ہم نے تو کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنی۔" مونیکا بولی۔

"ابھی وہ بہت دور ہیں .... اوہ .... وہ دیکھو .... سنا ....؟"

ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہلکے سے شور کی آواز آئی تھی۔ مونیکا صفدر کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" صفدر نے شانوں کو جنبش دی "البتہ اسے جنگلوں کا تجربہ ہے۔"

"اگر وہ گوریلے نہ ہوں تو مجھ پر آسمانی بلائیں نازل ہوں۔" جوزف جھنجھلا گیا۔

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔" مونیکا نے اس سے پوچھا

"بس ہوشیار رہو۔ شاید ان کا رخ اسی طرف ہو جائے۔"

پھر بڑی جلدی میں اسلحہ تقسیم کیا گیا اور وہ سب اس نئی افتاد کے لیے تیار ہو گئے۔

آوازیں کبھی دور کی معلوم ہوتیں اور کبھی قریب کی .... جوزف سمت کا تعین کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جہاں انہوں نے خیمے نصب کیے تھے وہاں سے تقریباً دو یا ڈھائی سو گز کے فاصلے پر ایک خشک نالا تھا اور اس کے بعد ہی سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی اور جنگل بتدریج گھنا ہوتا چلا گیا تھا۔

وہ خیموں کے گرد پھیل گئے۔ ڈیڈی بری طرح بلک رہی تھی۔ مونیکا خاموش تھی ہونٹ بھینچے ہوئے تھے لیکن چہرے سے خوف نہیں ظاہر ہوتا تھا۔

جوزف نامی گن لے کر ایک درخت پر چڑھ گیا تھا۔

یک بیک اس نے جنگل کی جانب فائرنگ شروع کر دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں پارٹی کا ایک آدمی چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا۔

"کور .... کور ...." صفدر چیخا۔ لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتے ایک اور گرا۔ پھر تو بھگدڑ مچ گئی اور صفدر نے چیخ کر کہا "احمقو! ادھر سے بھی کوئی فائرنگ کر رہا ہے۔"

مگر کون سنتا۔ وہ سب دوسری طرف نشیب میں اترتے چلے گئے۔ جوزف نے درخت پر سے فائرنگ روک دی تھی۔

مورن بھی بھاگ نکلا تھا۔ صرف ہام اور مونیکا وہاں رہ گئے۔ صفدر اب بھی اسی جانب فائر کر رہا تھا جدھر سے آتی ہوئی گولیوں نے پارٹی کے دو افراد کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

"وہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا بڑبڑائی۔

اتنے میں صفدر نے جوزف کو درخت سے اترتے دیکھا۔ وہ نہایت اطمینان سے نیچے آیا اور ان کے قریب پہنچ کر بولا۔ "وہ کوئی بھی رہا ہو۔ میں نے اسے مار لیا ہے۔"

"مگر کون .... یہاں اس ویرانے میں؟" مونیکا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بڑبڑا

"پتہ نہیں!" جوزف دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا "ادھر جھاڑیوں میں کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آئی تھی۔ میں سمجھا شاید اب وہ چپ چاپ آگے بڑھ رہے ہیں .... مگر .... اوہ .... یہ دونوں ....؟"

وہ بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف جھپٹا تھا جو اب غالباً ٹھنڈے ہو چک تھے۔ اس نے جھک کر انہیں دیکھا اور پھر سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھوں سے سینے پر کراس

"یہ بہت برا ہوا" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہم میں سے دو کم ہو گئے۔" پھر ہام سے بولا "اپنے آدمیوں کو سمجھاؤ۔ یہ جنگل ہے اگر اسی طرح۔۔۔ بدحواس ہو کر بھاگتے رہے تو ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

"آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا نالے کے پار والی جھاڑیوں کو گھورتی ہوئی بولی

"جاؤ دیکھو۔" صفدر نے ہام کو مخاطب کیا "کہیں وہ بوکھلاہٹ میں سمندر ہی میں چھلانگیں لگانا شروع نہ کر دیں۔"

"ان کے لیے یہی بہتر ہوگا" ہام نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"جاؤ! ہم ادھر دیکھتے ہیں" صفدر بولا

ہام دوسری طرف ہٹ گیا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ مونیکا کے پاس" صفدر نے جوزف سے کہا "میں ادھر جا رہا ہوں"

"شکریہ! میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتی ہوں۔ ویسے میں بھی چل رہی ہوں تمہارے ساتھ"

بالآخر وہ تینوں ہی نالے میں اتر گئے۔ لیکن دوسری طرف پہنچنے کے لیے انہیں کچھ دور نالے ہی میں چلنا پڑا۔ نالا کافی گہرا تھا۔ اگر خشک نہ ہوتا تو وہ دوسری طرف پہنچ ہی نہ سکتے۔ کیونکہ اس کی چوڑائی بھی آٹھ یا دس فٹ سے کم نہیں تھی۔

جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

"یہاں۔ اسی جگہ۔ میں نے یہاں کوئی چیز دیکھی تھی" جوزف نے جھاڑیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

پھر صفدر نے دور تک جھاڑیاں چھان ماریں۔ لیکن نہ تو کوئی لاش دکھائی دی اور نہ اسی کا اندازہ ہو سکا کہ وہاں کچھ دیر پہلے کوئی چھپا رہا ہوگا۔

"اوہ!" صفدر یک بیک چونک کر بڑبڑایا "کہیں ہم دھوکا نہ کھا گئے ہوں!"

"کیا مطلب؟" مونیکا اچھل کر پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"واپس چلو۔" صفدر نالے کی طرف دوڑتا ہوا بولا۔ مونیکا اور جوزف بھی اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ نالا پار کر کے صفدر رک گیا۔ وہ اس خیمے کو گھور رہا تھا۔ جس میں کچھ دیر پہلے ہام اور اس کے ساتھیوں کو روکے رکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟" مونیکا نے آہستہ سے پوچھا

"کوئی خیمے کے اندر گیا ہے لیکن وہ ہمارے آدمیوں میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔"

"تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔" جوزف آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ ٹامی گن سنبھالے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ صفدر اور مونیکا وہیں کھڑے رہے۔

خیمے کے در کا پردہ گرا ہوا تھا۔

جیسے ہی جوزف قریب پہنچا اندر سے آواز آئی۔ "خبردار اگر کوئی اندر آیا تو گولی مار دوں گا۔"

جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور آواز سے زیادہ وہ کسی درندے کی غراہٹ ہی معلوم ہوئی تھی۔

"بھاگ جاؤ.... جاؤ!" پھر کہا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بولنے والا جلدی جلدی حلق سے کچھ اتار رہا ہو۔

صفدر اور مونیکا آہستہ آہستہ قریب آگئے تھے انہوں نے اندر سے بولنے والے کی آواز بھی سنی تھی۔ صفدر نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ وہیں ٹھہرے اور خود پنجوں کے بل چلتا ہوا خیمے کی پشت پر آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ سینے کے بل زمین پر تھا۔

قنات کا نچلا حصہ اوپر اٹھانے میں دشواری نہ ہوئی۔ اس نے اسے صاف دیکھا۔ پشت صفدر ہی کی طرف تھی۔ وہ دوزانو بیٹھا جلدی جلدی کچھ کھا رہا تھا۔ قریب ہی رائفل پڑی ہوئی تھی۔

صفدر بہ آہستگی اندر رینگ گیا۔

وہ اتنا محو تھا کہ شاید کپڑوں کی سرسراہٹ بھی نہ سن سکا۔

یک بیک صفدر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اور وہ کسی کٹکھنے کتے ہی کی طرح غرا کر پلٹ پڑا۔ اگر صفدر نے اس کی ناک پر گھونسہ رسید نہ کر دیا ہوتا تو اسے ہفتوں ایسے ہی اپنے شانے کو رونا پڑتا۔ شکستہ حال اجنبی نے ایسے ہی خونخوار انداز میں اس کے شانے پر منہ مارا تھا۔

وہ بالکل درندوں ہی کی طرح غراتا اور لڑتا رہا لیکن اس کا منہ اب بھی چل رہا تھا۔ نوالہ اتنا بڑا تھا کہ دونوں گال پھولے ہوئے تھے۔

اتنے میں جوزف اور مونیکا بھی اندر گھس آئے اور وہ وحشت زدہ آدمی جلد ہی قابو میں کر لیا گیا۔

لیکن کیا وہ ہوش میں تھا۔

صفدر اسے متحیرانہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

اب اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ جوزف نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ رکھا تھا لیکن وہ اس سے چھٹنے کی بجائے ان روٹیوں پر ہاتھ مارنے کے لیے زور کر رہا تھا جو اپنے کھانے کے لیے اس نے باسکٹ سے نکالی تھیں۔

"اوہو! بھوکا ہے۔" مونیکا بولی "چھوڑ دو! کھا لینے دو۔"

"چھوڑ دوں... کھا لینے دوں؟" جوزف آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

"چھوڑ دو!" صفدر نے مونیکا کی تائید کی۔

جوزف کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ خود کو چھڑا کر زمین پر لوٹ پڑا۔ مونیکا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ یورپین ہی تھا لیکن رنگت مٹیالی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ لباس کو اگر چیتھڑوں کا ڈھیر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

وہ اس طرح روٹی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر منہ تک لے جاتا تھا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں وہ چھوٹ کر ہوا میں نہ اڑ جائے۔

مونیکا نے اسے سالٹ میٹ کے بھی کچھ ٹکڑے دیئے اور شکریہ ادا کیے بغیر اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیے گئے تھے۔

وہ تینوں ہی اسے تحیر آمیز دلچسپی کے ساتھ دیکھتے رہے۔ وحشی کو شاید اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ کچھ ہی دیر پہلے ان کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے!

کشتی کچھ دور تک تو اسی طرح چلتی رہی اور اسٹروکر اسے واپسی ہی کا سفر سمجھا یعنی وہ ہر لحظہ جزیرے سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن پھر یک بیک عمران نے کہا "اب پھر داہنی جانب موڑ لو پیارے!"

"کیوں؟" اسٹروکر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی کام ختم نہیں ہوا" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو کیا ہام ابھی زندہ ہے؟"

"فی الحال اسے زندہ رکھنا ہی پڑے گا۔ کیا گاسکر نے تمہیں تفصیل سے نہیں بتایا تھا... مگر کیوں بتاتا... ضرورت ہی کیا تھی"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں" اسٹروکر بولا۔

"اپنی باتیں اکثر خود میری ہی سمجھ میں نہیں آتیں لہٰذا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ ابھی تو ہام کو بے بس کر کے گاسکر کے حق میں اس سے ایک تحریر لینی ہے"

"دیکھو وہ لوگ شور کیوں مچا رہے ہیں؟"

عمران ساحل کی طرف مڑا۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک شریری مسکراہٹ نظر آئی وہ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے۔ عمران بھی ہاتھ ہلا کر چیخا تھا "ہاں۔ ہاں۔ میں چیونگم کے پیکٹ پورٹ سعید ہی میں بھول آیا ہوں۔ ذرا دوڑ کر لیتا آؤں۔"

"کیا بات ہوئی۔" اسٹروکر نے حیرت سے کہا

"لو!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا "میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ آدھا پیکٹ بھی وہاں نہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے کنارے پہنچ کر کنارے ہی کنارے چلتے رہو۔"

"آخر مقصد کیا ہے؟"

"کیا تمہیں علم ہے کہ ہم یہاں کیوں آیا ہے؟"

"فلم کی شوٹنگ کے لیے۔"

"آہا! یہ تم صرف اس لیے کہہ رہے ہو کہ تم نے رات کشتی ہی پر بسر کی تھی اور ہنگامے کی آوازیں بھی تم تک نہیں پہنچی تھیں۔"

"کیسا ہنگامہ.... میں نہیں سمجھا۔"

عمران نے پچھلی رات کی کہانی دہرائی جسے وہ متحیرانہ انداز میں سنتا رہا۔ پھر بولا۔

"وہ لاکٹ کیسا تھا؟"

"شاید اس کی قیمت کروڑوں تک جا پہنچے۔ لڑکی کا باپ ان قزاقوں میں سے تھا جو افریقہ کے سواحل پر لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ کروڑوں کی قیمت کا مال انہوں نے اسی جزیرے میں دفن کیا تھا۔ اس لاکٹ میں ایسے ہی ایک دفینے کا نقشہ ہے اور یہ لاکٹ لڑکی کو اپنے باپ سے ملا تھا۔"

"اوہ تو وہ فلم کا قضیہ بکواس تھا۔"

"سو فیصدی بکواس .... پیارے دوست!"

"تو اب وہ لاکٹ ہام کے پاس ہے یا مورن ہی کے قبضے میں ہے۔"

"وہ میرے پاس ہے اور اب وہ لوگ لیڈی مونیکا کے تحت کام کریں گے۔"

"لیڈی مونیکا!" اسٹروکر نے حیرت سے کہا "کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہا ہا۔ تم مذاق سمجھتے ہو۔ ہم چاروں میں ایک وہ بھی تھی۔"

"ضرور تم نشے میں ہو۔" اسٹروکر نے قہقہہ لگایا۔

"واپسی پہ دیکھ لینا۔ کیا تمہیں وہ نوجوان لڑکا یاد نہیں جو ہر وقت اپنی کھوپڑی پہ چمڑے کا خود منڈھے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھی تم نے وہ خود اس کے سر ہی پہ دیکھا ہوگا۔"

"ارے ہاں! میں نے ایک بار اسے ٹوکا بھی تھا۔"

"وہ لیڈی مونیکا ہی تھی۔"

"اوہو تو کیا مجھے مونیکا کی شکل بھی یاد نہیں۔ وہ دور ہی سے سہی لیکن میں نے اسے سیکڑوں بار دیکھا ہے۔"

"وہ میک اپ میں تھی واپسی پہ پھر دیکھ لینا اب اس نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔"

"اوہ .... اوہ .... مجھے کتنی تمنا تھی کہ اسے قریب سے دیکھوں لیکن اگر یہ جھوٹ نکلا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"جو عاشق کی سزا وہ میری سزا۔"

"ہائے۔ کتنے اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔" اسٹروکر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"وہ سب یہاں ملیریا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے .... اوہ دیکھو .... بائیں جانب!"

"کیا .... اسی دراڑ میں؟" اسٹروکر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ دیکھو کیا یہ کشتی نما نہیں ہے؟"

"ہے تو!"

"بس پھر نقشے کے مطابق یہیں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ہم وہاں سے تقریباً تین یا چار میل آگے ضرور نکل آئے ہوں گے۔"

اسٹروکر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کشتی کو دراڑ میں موڑ رہا تھا۔ دراڑ اتنی کشادہ تھی کہ اس میں تین کشتیاں برابر سے چل سکتی تھیں لیکن آگے چل کر وہ بتدریج تنگ ہوتے ہوتے بالآخر کشتی کی سی شکل اختیار کر گئی تھی جس کے بعد راستہ مسدود تھا۔ ویسے ڈھلان ایسی تھی کہ اسے طے کر کے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔

عمران نے کاغذات کا تھیلا کھول ڈالا تھا۔ کبھی کاغذات پر نظر ڈالتا اور کبھی چاروں طرف دیکھنے لگتا۔

دراڑ دو یا ڈھائی فرلانگ لمبی ضرور رہی ہوگی۔ کشتی آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ یک بیک بائیں جانب ایک دراڑ پھر نظر آئی اور کشتی کو پانی کے ریلے سے بچانے کے لیے داہنی جانب ہٹانا پڑا۔ شاید یہ کسی دریا کا دہانہ تھا۔

"بس یہی راستہ ہے۔" عمران نے پرمسرت لہجے میں کہا لیکن کشتی تو آگے بڑھ گئی تھی۔

اسٹروکر نے کہا "یہ بھی تو دیکھو کہ بہاؤ کتنا تیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ کشتی بہاؤ پر نہ چڑھ سکے گی۔"

"تب پھر ہمیں مجبوراً اوپر چڑھ کر پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ بہرحال یہ دریا ہی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ڈھلان کے قریب روکنا۔ اوپر جا کر دیکھیں گے کہ دریا کس سمت سے آیا ہے۔"

"لنگر اندازی میں دشواری ہوگی یہاں۔" اسٹروکر نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ کام تو کرنا ہی ہے۔"

جیسے ہی کشتی دراڑ کے سرے سے ٹکرائی عمران نے چھلانگ لگا دی اور پانی میں گرتے گرتے بچا۔ کاندھے سے ٹامی گن بھی لٹک رہی تھی۔ اسے سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا۔ لیکن بہرحال وہ ٹامی گن سمیت خشکی پہ پہنچ گیا تھا۔

پانی کی سطح سے دراڑ کی اونچائی کم از کم بیس فٹ ضرور رہی ہوگی اس جگہ کے علاوہ اور کہیں سے اوپر پہنچنا ممکن بھی نہ ہوتا۔ یہی ڈھلان دراڑ کو کشتی نما بناتی تھی یعنی یہ ڈھلان کشتی کے سرے سے بہت مشابہ تھی۔

عمران اوپر چڑھتا چلا گیا۔

دفعتاً اس نے اسٹروکر کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "میں کشتی کو دراڑ کے باہر لے جا رہا ہوں۔ یہاں لنگر نہیں ڈالا جا سکتا۔ واپسی پہ آواز دے لینا۔"

"جاؤ.... جاؤ...." عمران مڑے بغیر ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ روٹیاں ختم کر چکا تھا اور اس کی آنکھوں کی وحشت بھی کسی حد تک دور ہو گئی تھی۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے معدہ پُر ہو جانے کے بعد اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

ہام اپنے بھاگے ہوئے ساتھیوں کو واپس لایا تھا۔ ادھونیکا ان پہ برس رہی تھی۔ بزدلی پہ نفرین کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ عورتوں سے بھی بدتر ہیں۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" موسن اجنبی کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

"مگر مار ڈالنے سے پہلے مجھے تھوڑی سی پلا دو۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی۔ "مہینوں ہو گئے ایک ایک قطرے کو ترس رہا ہوں۔"

"تم نے ہمارے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔" ہام نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"ہاں لیکن میں اب تمہیں جو بات بتاؤں گا وہ ہزار جانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوگی اوہ... کیا تم مجھے تھوڑی سی شراب نہ دو گے؟"

مونیکا نے جوزف کو اشارہ کیا کہ اس کی یہ خواہش بھی پوری کی جائے۔ جوزف نے جگ میں رم انڈیل کر اس کی طرف بڑھائی۔

"ہا... خدا تمہیں خوش رکھے۔" اجنبی نے کہا اور جگ اس کے ہاتھ سے لے لیا

"پیو!" مونیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ پھر ہام اور مورن کو اس طرح گھورنے لگی جیسے انہیں اس طرزِ تخاطب سے باز رکھنا چاہتی ہو جو اجنبی کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔

وہ دونوں پھر کچھ نہیں بولے۔ اجنبی رم کے بڑے بڑے گھونٹ لے رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شدید ترین پیاس کے عالم میں غیر متوقع طور پر ٹھنڈا پانی ہاتھ آ گیا ہو۔ سبھوں کے ہونٹ بند تھے اور نظریں اجنبی پر تھیں جگ خالی کر کے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ کچھ دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم یہاں کیا کرنے آئی ہو خوبصورت عورت؟" اس نے آہستہ سے پوچھا

"یہی میں تم سے بھی پوچھ سکتی ہوں ظاہر ہے کہ تم یہاں کے باشندے نہیں ہو سکتے۔"

"میری بدنصیبی لائی تھی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "لیکن میں تمہیں واپس جانے کا مشورہ دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ دفینوں کا چکر ہی تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔"

"میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" ہام بولا۔

"واپس جاؤ۔ پریشانیوں کا جزیرہ ہے پاگل ہو کر مر جاؤ گے میں تین ماہ سے جانوروں اور پرندوں کا کچا گوشت کھا رہا ہوں آج تم لوگ نظر آ گئے اور میں نے اپنے آخری دو کارتوس بھی ضائع کر دیئے۔"

"مگر تم نے گولی چلائی ہی کیوں؟" مونیکا بولی "تم ہمارے پاس آ کر کھانا مانگ سکتے تھے"

"میں نے پہل نہیں کی تھی۔ میں تو صرف ان جھاڑیوں میں چھپ کر تمہیں دیکھ رہا تھا کہ مجھ پر گولیاں برسنے لگی تھیں پتہ نہیں کس طرح میں خود کو بچا پایا تھا میرے خدا، شاید وہ ٹامی گن تھی۔ بس پھر غیر ارادی طور پر میں نے بھی اپنے دونوں کارتوس ضائع کر دیے تھے۔ نشانہ بھی نہیں لیا تھا۔ یہ میری بدنصیبی ہی ہے کہ دو آدمی مر گئے اور مجھے ٹامی گن بھی نہ چاٹ سکی۔"

"تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں دنیا کا سب سے بڑا احمق ہوں۔ اور دفینوں کی تلاش میں یہاں آیا تھا آٹھ آدمیوں کی پارٹی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ بقیہ سات پر کیا گزری۔ ویسے میں تو نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"کہاں سے؟"

"یہ نہ پوچھو۔ تم یقین نہ کرو گی کیونکہ مہذب دنیا سے آئی ہو جہاں توہم پرستی آہستہ آہستہ سائنسی ترقیات کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہے مگر مجھ سے پوچھو۔ میں نے بڑے حیرت انگیز مناظر دیکھے ہیں اگر اب کوئی مجھ سے یہ کہے کہ شیطان اور بھوت محض وہم ہیں تو میں اس کا خون پی لینے سے بھی گریز نہ کروں گا۔"

"تم بڑی عجیب باتیں کر رہے ہو۔" مونیکا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"ٹھیک ہے تم یقین نہیں کرو گی۔" اجنبی نے سر ہلا کر کہا

"نہیں تم اپنا بیان جاری رکھو مجھے بھوتوں سے بڑی عقیدت ہے۔" صفدر مسکرایا

"نہیں۔ نہیں مسٹر صفدر!" جوزف ہکلایا "ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہیں بھوتوں سے عقیدت ہے تو ہم کیوں جہنم میں جائیں؟"

"کیا تم یقین کرو گے کہ خونخوار جنگلیوں کی مذہبی پیشوا ایک سفید فام عورت ہے جو کہتی ہے کہ میں آسمان سے ٹپکی ہوں جو انگریزی جرمن فرنچ اور اطالوی زبانیں بڑی روانی

سے بول سکتی ہے اور حبشیوں سے انھیں کی زبان میں گفتگو کرتی ہے۔"

"اس کا جگ دوبارہ لبریز کر دو"۔ صفدر نے ہنس کر کہا "تاکہ یہ بھی اس سے کچھ زیادہ دلچسپ کہانی سنا سکے..... کیوں دوست؟"

"جہنم میں جاؤ..... خود بھگتو گے"

"تم یہاں آئے کیسے تھے۔ پہلے یہ بتاؤ۔ ظاہر ہے کہ تمہیں پھر شاید [illegible] کسی بڑی کشتی کا انتظام کرنا پڑا ہوگا۔ پھر وہ کشتی کہاں گئی۔"

"اس کے پرخچے اڑ گئے تھے وہ غرق ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کو بھی تم کہانی ہی سمجھو گے" اجنبی ہانپتا ہوا بولا اور مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم لوگ کچھ دیر کے لیے اپنی زبانیں بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔" مونیکا نے کہا کوئی کچھ نہ بولا۔ صفدر نے البتہ برا سا منہ بنا کر کہا "تم وقت ضائع کرنا چاہتی ہو..... یہ کرو۔" پھر وہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا "میں تمہاری باتیں غور سے سن رہی ہوں۔"

اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہ اس کے جگ میں تھوڑی اور انڈیل دے۔

اجنبی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا "ہم ساحل پر اترے تھے، چھوٹا سا خیمہ نصب کیا تھا۔ کشتی لنگر انداز تھی۔ کچھ رات گئے ایک بہت بڑا روشن گولہ پانی کی سطح پہ ابھرا تھا اور کشتی سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اڑا دیے تھے۔"

"روشن گولہ..... بھلا وہ کتنا بڑا رہا ہوگا؟" ہام نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"اس کا قطر آٹھ یا دس فٹ ضرور رہا ہوگا۔ پھر وہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔"

"خدا کی پناہ" ہام نے کہا اور صفدر کے علاوہ سبھی ہنس پڑے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ مونیکا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"اوہ"۔ اجنبی دانت پیس کر بولا "جہنم میں جاؤ مت یقین کرو۔ میں بکتا ہوں کہ تم ابھی

مجھے مار ڈالو گے کیونکہ میرے ہاتھوں تمہارے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے۔" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر میں تمہیں مارنا چاہتا تو اسی وقت گلا گھونٹ دیتا جب حملہ کیا تھا۔"

اجنبی نے اس کی طرف دیکھا چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا "ہاں تم طاقتور ہو۔ ایسا کر سکتے تھے مگر مجھے بتاؤ۔ آخر میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

"ہاہا!" ہام نے قہقہہ لگایا۔ "تم یقیناً دفینوں ہی کی تلاش میں آئے تھے لیکن تمہارے دوسرے ساتھی شاید تمہیں یہیں چھوڑ کر کسی دوسری طرف نکل گئے۔ اب تم واپس جانا چاہتے ہو۔ ہم نو وارد ہی ہیں لہٰذا تم یہیں ڈر کر ہمارے ہی ساتھ واپس جانے کی فکر میں ہو۔"

"اس کے باوجود بھی میں تمہاری کہانی سننا پسند کروں گا۔" صفدر نے اجنبی سے کہا ہام نے برا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

اجنبی نے مونیکا کی طرف دیکھ کر کہا "آخر تم عورت یہاں کیا کرو گی۔ تمہیں یہاں آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔ آہا شاید تم میں کوئی تجربہ کار آدمی بھی موجود ہے ایسا آدمی جو کبھی یہاں سے بچ نکلا ہو۔"

"ہم میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔" صفدر بولا۔

"نہیں ہے تو تم اس قبیلے کے متعلق ضرور جانتے ہو گے جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتا ہے۔"

"نہیں!" ڈیزی چیخ پڑی

اجنبی کی ہنسی میں بیدردی تھی وہ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "اگر ہمارے ساتھ بھی کوئی عورت ہوتی تو وہ جنگلی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہاں سے صرف چار میل کے فاصلے پر وہ قبیلہ آباد ہے چونکہ لوگ پہلے بھی دفینوں کی تلاش میں یہاں آتے رہے ہیں اس لیے انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کے آنے کا مقصد کیا ہوتا ہے اب وہ آنے والوں کو پکڑتے ہیں اور اشاروں میں کہتے ہیں کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت لاؤ تب آگے جانے دیں گے۔"

"خاموش رہو۔ عورتوں کو خوفزدہ نہ کرو۔" ہام غرایا۔

"اوہ تو کیا تم ہی ان عورتوں کو لائے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ میں کہتا ہوں آخر اس کی بے سروپا کہانیاں سننے سے فائدہ؟"

"ہمارے لیے ایسی معلومات ضروری ہیں۔" مونیکا نے خشک لہجے میں کہا "تمہیں الجھن تھی نا کہ آخر ڈینزی کو یہاں لانے کا کیا مقصد تھا۔ دیکھو سوسن کہاں گیا؟"

ہام چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر خیمے سے نکل گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا کہ وہ اپنا بیان جاری رکھے۔

"میں تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ وہ لوگ صرف عورتوں کی حد تک آدم خور ہیں مردوں کا گوشت نہیں کھاتے ہو سکتا ہے پہلے صرف کالی عورتیں کھاتے رہے ہوں۔ پھر اتفاقاً دفینوں کے متلاشیوں کے ذریعے کبھی کوئی سفید عورت بھی ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"تو تمہارے ساتھ بھی کوئی عورت تھی؟" صفدر نے پوچھا۔

"نہیں تھی اسی لیے تو ہم پر تباہی نازل ہوئی ہے۔" اجنبی نے کہا "ان سے مڈبھیڑ ہوئی اور انہوں نے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ہمارے نقشے کے مطابق راہ ادھر ہی سے تھی جہاں وہ قبیلہ آباد ہے۔ ہمیں اس لیے زبردستی ساحل کی طرف دھکیل دیا کہ ہم اپنے ساتھ عورتیں لائیں تب وہ ہمیں نہ صرف آگے بڑھنے دیں گے بلکہ وہاں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے جہاں دفینے ہیں۔"

"یہ عجیب قبیلہ ہے۔" مونیکا بڑبڑائی اس کی آنکھوں میں بے اعتباری صاف پڑھی

جا سکتی تھی۔

"ہماری کشتی تو پہلے ہی تباہ ہو چکی تھی اس لیے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں۔"

"تم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا تھا؟" صفدر نے پوچھا

"اس کا تصور بھی وحشت ناک تھا۔ آٹھ آدمیوں کی بساط ہی کیا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالتے۔ تمہیں اس جنگل کا اندازہ نہیں ہے۔ کچھ آگے بڑھو گے تب معلوم ہوگا۔ صرف پانچ جنگلی تم سبھوں کے لیے کافی ہوں گے حالانکہ تمہارے پاس ٹامی گنیں بھی ہیں۔ تمہیں پتہ ہی نہ چلے گا کہ وہ کب آئے اور کدھر سے آئے۔ بید کے زہریلے تیر تمہارے چہروں پر پڑیں گے۔ اور تم گرتے ہی ٹھنڈے ہو جاؤ گے۔"

"بید کے زہریلے تیر۔" صفدر نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں بید کی نوکدار چھڑیاں کمانوں میں رکھ کر کھینچتے ہیں بس جسم کے کسی حصے پر ان سے معمولی سی خراش بھی آ جائے تو آدمی کو ختم ہی سمجھو۔ پتہ نہیں کس سریع الاثر زہر میں ان کی نوکیں ڈبوئی جاتی ہیں۔"

"انھیں جنگلیوں کی مذہبی پیشوا کوئی سفید فام عورت ہے؟" مونیکا نے پوچھا

"نہیں! وہ دوسرا قبیلہ ہے ہم جنگل میں بھٹکتے پھر رہے تھے کہ اچانک ہم پر حملہ کر کے ہمیں پکڑ لیا گیا۔ ہر آدمی سے دو تین چمٹ گئے تھے۔ حملہ اتنی آہستگی سے ہوا تھا کہ ہم قبل از وقت ہوشیار نہ ہو سکے تھے۔ حملہ آور جنگلی ہی تھے پہلے تو ہم یہی سمجھے کہ وہ وہی آدم خور ہوں گے جنہوں نے سفید فام عورت کی فرمائش کی تھی۔ لیکن۔۔۔۔"

"اوہ۔ یہ شور کیسا؟" دفعتاً مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی اور اجنبی بھی خاموش ہو کر سننے لگا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں صفدر بھی سن رہا تھا وہ جھپٹ کر خیمے سے باہر نکلا

محسن دوڑتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی درندے نے پیچھا کیا ہو۔

"ہم تباہ ہو گئے.... تباہ ہو گئے!" صفدر کو دیکھ کر اس نے چیخنا شروع کر دیا.... مونیکا اور دوسرے لوگ بھی خیمے سے باہر آ گئے تھے۔

"کشتی تباہ ہو گئی" وہ قریب پہنچ کر چیخا۔

پھر بیک وقت سبھی کی زبانوں سے کچھ نہ کچھ ضرور نکلا تھا۔

محسن ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا "مار ڈالو۔ اس سور کو مار ڈالو۔ یہ کسی قسم کی سازش ہے.... پتہ نہیں وہ کون ہے.... کہاں گیا ہے؟"

[illegible] "کشتی کیسے تباہ ہو گئی؟" مونیکا نے سخت لہجے میں کہا

"کشتی ادھر ہی آ رہی تھی کہ ایک چمکدار گولہ سطح پر ابھرا اور اس سے ٹکرا گیا پرخچے اڑ گئے۔ میں کہتا ہوں اسے مار ڈالو۔"

صفدر اس اطلاع پر بوکھلا گیا پھر ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا۔ اور محسن تڑپنے لگا۔ وہ خیمے کے در کے قریب ہی کھڑا تھا۔

صفدر نے مورن کے مخصوص ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور دیکھا لیکن اب اسے اتنا ہوش کہاں تھا کہ باز پرس کرتا۔ وہ تو بے تحاشہ ساحل کی طرف دوڑا چلا جا رہا تھا اور اس کے پیچھے جوزف بھی بھاگ رہا تھا۔

پھر اسے خیال آیا۔ کہیں یہ مورن کی چال نہ رہی ہو۔ اس نے پہلے بھی تو کوشش کی تھی کہ اجنبی کو مار ڈالے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ سبھی بھاگے چلے آ رہے تھے۔ صفدر رک گیا۔

قریب پہنچ کر مورن نے ایک جانب ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "وہاں!"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟" صفدر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"اوہ ختم کرو۔" مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی "کشتی پر کون تھا۔"

"میں نے نہیں دیکھا۔ بس کشتی کے ٹکڑے اڑتے دیکھے تھے۔ اب کیا ہوگا.... لاکٹ بھی گیا۔"

"لیکن لاکٹ والی تو موجود ہے.... تلاش کرو ان آدمخوروں کو!" صفدر نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" مورن اسے گھورتا ہوا بولا

"اوہ باس!" مورن کے ایک خاص آدمی نے کہا "اس حبشی اجنبی نے ایسے آدمخوروں کی کہانی سنائی تھی جو سفید فام عورتوں کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔"

ڈیزی بھی وہیں موجود تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔

مورن صفدر کو گھورتا رہا پھر دانت پیس کر بولا "تم لوگ پتہ نہیں کیا چاہتے ہو۔"

"مورن خود کو قابو میں رکھو۔" مونیکا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مگر پاپا! اب کیا ہوگا۔ ہم واپس بھی تو نہیں جا سکتے اور یہ سب کچھ تمہارے ساتھی کی بدولت ہوا۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ اس راستے کی تلاش میں تھا جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔"

"اور سفر شروع ہوگیا۔" مورن نے ہذیانی قسم کی ہنسی کے ساتھ کہا

"مجھے یقین نہیں ہے کہ کشتی تباہ ہوگئی ہو۔" صفدر بولا

"تم پاگل ہوگئے ہو۔ میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

"تم باہر کیوں چلے آئے تھے؟"

"اس کی بکواس نہیں سننا چاہتا تھا۔"

"حالانکہ اب اسی کی ایک بکواس دہرا رہے ہو۔ آخر اس کا مقصد کیا تھا؟"

"میں تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ مونیکا اب تم صرف اسی طرح زندہ رہ سکتی ہو کہ میں ان دونوں آدمیوں کو مار ڈالوں۔"

ٹھیک اسی وقت جوزف کی پتلون کی جیب سے ایک فائر ہوا۔ اور مورن پیٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں ریوالور جیب سے باہر بھی نکل آیا اور اب وہ مورن کے ان دونوں مخصوص ساتھیوں کو کور کر رہا تھا جو کسی طرح بھی اس کا ساتھ دے سکتے تھے۔

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب دم بخود کھڑے تھے دفعتاً ہام چیخا "مورن جھوٹا تھا وہ رہی کشتی۔"

بائیں جانب بہت فاصلے پر دھواں سا دکھائی دے رہا تھا پھر کچھ ہی دیر بعد چمنی کا اوپری حصہ نظر آیا۔ مورن ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ہم بے قصور ہیں مادام۔" مورن کے ساتھیوں میں سے ایک نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آخر اس کا مقصد کیا تھا؟" مونیکا بڑبڑائی۔

"مقصد پھر دیکھنا۔" جوزف غرایا "پہلے یہ بتاؤ کہ ان دونوں کا کیا کروں۔"

وہ دونوں پھر گڑگڑانے لگے۔ جوزف اب بھی ان کی جانب ریوالور اٹھائے ہوئے تھا۔ اور ان کے ہاتھ اوپر تھے۔

"فی الحال ان کے ہاتھ باندھ دو۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں مادام ... دیکھئے ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔"

"تم نے اجنبی پہ گولی چلائی تھی؟"

"ہم سمجھے تھے کہ کشتی سچ مچ تباہ ہو گئی۔ ہم پر اس کی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ موزن نے یہ جھوٹ کیوں بولا تھا۔"

"موزن ہمیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ تم سمجھو کہ میرے ساتھی پر اس لیے غضب آ گئے کہ وہ کشتی لے گیا تھا اور تم ہم پر ٹوٹ پڑو۔ اس نے غالباً یہی اندازہ لگایا تھا کہ کشتی کی تباہی کے متعلق معلوم کر کے تم لوگ پاگل ہو جاؤ گے اور اس پاگل پن کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم مونیکا سمیت زندہ دفن کر دیے جائیں گے۔ اس کے بعد بھی وہ ہام کو بھی ختم کر دیتا اور جب ہمارا ساتھی واپس آتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ موزن کیسے دیکھ سکتا کہ لاکٹ کسی دوسرے کے قبضے میں رہے اور یہ بے چاری ڈیزی تو آدمخوروں کے لیے لائی ہی گئی تھی۔"

"خدا کے لیے واپس چلو۔ یہ کیا دیوانگی ہے۔" ڈیزی بلبلا اٹھی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ موزن کے دونوں ساتھیوں کے ہاتھ باندھے جا رہے تھے۔

اب کشتی پوری طرح سامنے آ گئی تھی تاہم فاصلہ زیادہ تھا۔ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ بیس منٹ سے پہلے وہاں تک پہنچ سکے۔

"پہلے ہی مرحلے پر کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔" ہام بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا تمہیں پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔" مونیکا نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"تھا تو مگر اس کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم آپس ہی میں کٹنے مرنے لگیں گے۔"

"انسانیت سے گرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔" صفدر بولا۔ "تم لوگ ان آدمخوروں سے بھی بدتر ہو۔"

"میرے فرشتوں کو بھی حقیقت کا علم نہیں تھا ورنہ میں کبھی اس پر تیار نہ ہوتا کہ لڑکی کو بھی ساتھ لایا جائے۔ کسی نہ کسی طرح لاکٹ وہیں حاصل کر لیا جاتا۔ اب تو میری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم واپس چلیں۔"

"یہ ناممکن ہے۔" مونیکا نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ تم ایک عورت ہو کر ایسا کہہ رہی ہو۔" ڈریزی گھگھیائی "کیا تم بھی مجھے آدمخوروں کے حوالے کر دوگی۔"

"میری زندگی میں یہ ناممکن ہے۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔"

"تمہیں آدمخوروں سے خوف نہیں معلوم ہوتا؟"

"میری زندگی ہی آدمخوروں میں گذری ہے۔" مونیکا نے لاپرواہی سے کہا

وہ سب کشتی کی طرف دیکھ رہے تھے دفعتاً انہوں نے اسرڈک کی آواز سنی "چلو... جلدی کرو... وہ خطرے میں ہے... دوڑو۔"

"یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا دانت پیس کر بولی "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہو رہا ہے۔" کشتی ساحل سے آ لگی تھی انہوں نے اسرڈک کو دیکھا جو دونوں ہاتھ اٹھائے چیخ رہا تھا۔ "آؤ چلو... وہ خطرے میں ہے۔" جوزف پہلے ہی دوڑ کر کشتی کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ جلدی بتاؤ۔" وہ کشتی پر جھکتا ہوا بولا۔

"وہ راستہ تلاش کرتا ہوا ادھر گیا تھا۔ میں کشتی ہی میں تھا کچھ دیر بعد میں نے ٹامی گن کے فائروں کی آواز سنی... سینکڑوں آدمیوں کی چیخیں۔"

"کتنی دور گئے تھے؟"

"تین یا چار میل۔"

بقیہ لوگ بھی قریب آ گئے تھے اسرڈک انہیں بتا رہا تھا کہ عمران نے وہ جگہ دریافت کر لی تھی جہاں سے سفر شروع کرنا تھا۔ اس نے لاکٹ کے کاغذات کا بھی حوالہ دیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" مونیکا نے صفدر سے پوچھا

"بڑی دیر کر دی ہے تم لوگوں نے۔" صفدر نے کہا "ہمیں وہاں جلد پہنچنا چاہیے۔ باؤم! تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے تین آدمی لیے جا رہا ہوں۔ خیموں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔"

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔" مونیکا بولی۔

"یہ ناممکن ہے لیڈی مونیکا۔ اب تو کسی پر اعتماد کیا ہی نہیں جا سکتا۔ کیا بہتر ہم بقیہ لوگ یہیں رہ جائیں۔ ہمیں کشتی کی ضرورت پڑ جائے گی کہ تم یہیں ٹھہرو۔"

"ٹھیک ہے۔" صفدر نے بھی باؤم کی تائید کی۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ حالات ایسے پیش آئے ہیں کہ باؤم کا غیر مطمئن ہونا بے جا نہیں۔"

مونیکا خاموش رہی بہرحال اس نے اس تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔ خیمے سے وہ ٹامی گن بھی اٹھا لی گئی جسے کچھ دیر پہلے جوزف استعمال کر چکا تھا۔ صفدر نے باؤم کے ساتھیوں میں سے تین آدمی منتخب کیے اور کشتی پھر اسی جانب چل پڑی جدھر سے آئی تھی۔

وہ چاروں بڑی احتیاط سے اوپر پہنچے۔ جوزف خصوصیت سے کسی شکاری کتے ہی کی طرح چوکنا تھا۔ ٹامی گن اسی کے پاس تھی۔

"یہاں تو سناٹا ہے مسٹر صفدر۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

صفدر بھی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے فائروں کی آوازیں سنی تھیں۔ چیخیں بھی سنی تھیں لیکن مجھے تو یہاں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی۔" جوزف بولا۔

"غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟"

"اوہ یہ جنگل ہے مسٹر صفدر۔ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے اپنے نشان چھوڑ جاتا

ہے۔ میں کیسے سمجھاؤں۔ یہ باتیں سمجھ سکتا ہوں سمجھا نہیں سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ پچھلے تین دن سے یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔"

"اوہو! تو کیا پھر کوئی دھوکا۔"

"ٹھہرو۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور نتھنے سکوڑ کر دو تین گہری گہری سانسیں لیں۔ پھر بولا "فائرنگ بلاشبہ ہوئی ہے۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" صفدر جھلا گیا "کبھی کہتے ہو کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور کبھی فائرنگ کی بات کرتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم دونوں لڑنا شروع کر دو گے۔" ایک جھاڑی سے آواز آئی اور وہ اچھل پڑے۔ آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

جھاڑیاں ہٹا کر وہ ان کے سامنے آ گیا۔

"کیا ہوا۔ کیا بات تھی باس؟" جوزف کہتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

"تمہارے لیے شراب کا چشمہ تلاش کر رہا تھا اچانک اسی وقت خیال آیا کہ اگر یہاں ایک کافی ہاؤس کھول دیا جائے تو کیسا چلے گا۔"

"عمران صاحب حالات ابتر ہو چکے ہیں اس لیے ہوش کی باتیں کیجیے۔" صفدر بولا

"اوہ! وہ ہاں! تین چار تھے میں نے انہیں مار کر پانی میں پھینک دیا تھا"

"کون تھے؟"

"لاحول ولا قوۃ۔ بڑے بد اخلاق تھے کہ اپنا نام اور پتہ بتائے بغیر ہی مر گئے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر رام کے ساتھیوں سے بولا۔ "تم لوگ جاؤ اور انہیں یہیں لے آؤ۔ ہمارا سفر یہیں سے شروع ہوگا۔ سب ٹھیک ہے۔"

وہ کھڑے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔

"کیا تم نے سنا نہیں۔۔۔ جاؤ! اور تم دونوں یہیں ٹھہرو۔"

صفدر کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ ٹام کے ساتھی نشیب میں اتر گئے۔

"موبن کا رویہ کیسا رہا؟" عمران نے پوچھا

"میں نے اسے مار ڈالا" جوزف بولا اور عمران اسے گھورنے لگا۔ شاید جوزف اسے موبن کی کہانی سنانے کے لیے پہلے ہی سے بے چین تھا۔ ان دونوں نے جلدی جلدی اسے سارے حالات سے آگاہ کیا۔ عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "یہ تو چند گھنٹوں کی نہیں پورے ایک ماہ کی رپورٹ معلوم ہوتی ہے۔ کاش وہ احمق اس طرح نہ مار ڈالا گیا ہوتا۔"

"اس کی ذمہ داری بھی جناب آپ ہی پر عائد ہوتی ہے" صفدر نے برا سا منہ بنا کر کہا "آخر اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی"

"اس کی کئی وجوہات تھیں۔ میں ان لوگوں کا امتحان لیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا مجھے معلوم کرنا تھا کہ کون کس حد تک مونیکا کا ساتھ دے سکتا ہے دوسری وجہ! چونکہ انھیں یہ باور کرانا تھا کہ سفر لاکٹ میں پائے جانے والے نقشے کے مطابق ہی کیا جا رہا ہے اس لیے یہ ضروری سمجھا کہ کم از کم وہ جگہ تو پہلے ہی دریافت کر لی جائے جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں وہ کاغذات نہ نکالے جا سکتے جو مونیکا کے والد سے حاصل کیے گئے تھے۔"

"ٹھیک ہے میں نے مونیکا کو بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خود بھی پاگل ہو گئی تھی آپ کے اس طرح بھاگ آنے پر.... پھر اگر میں اور جوزف ذرا سا بھی چوکتے تو ہمارا قیمہ بن کر رہ جاتا۔ وہ سب ہی دیوانگی کی سرحدوں کو چھونے لگے۔ ہم دونوں نے فوراً ہی مشین گنوں پر قبضہ کر لیا تھا۔"

"یہی وجہ ہے کہ ایکس ٹو تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہے" عمران نے آہستہ سے کہا

اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

"ہم... مگر... میاں آپ پر کس نے حملہ کیا تھا؟" صفدر نے پوچھا

"دماغ چل گیا تھا میرا۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا "پتہ نہیں اس جزیرے کی آب و ہوا کیسی ہے۔ بات بات پر پاگل ہو جانے کو دل چاہتا ہے۔ یہ درخت دیکھ رہے ہو نا... وہ عاشق... بس ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کمبخت نے مجھے آنکھ بھی ماری ہو اور منہ بھی چڑایا ہو۔ آ گیا غصہ کر ڈالی فائرنگ... اس کے تنے پر تم گولیوں کے بنائے ہوئے متعدد سوراخ دیکھ سکتے ہو۔"

"لیکن اس درخت سے ہم نے دو آدمیوں کی چیخیں بھی سنی تھیں۔"

"کیا بتایا اس نے۔ دو لاکھوں آدمیوں کی چیخیں۔ جب مجھے غصہ آتا ہے تو حلق سے بیک وقت لاکھوں قسم کی آوازیں نکلتی ہیں۔"

"اوہ۔" صفدر نے ہونٹ بھینچ کر طویل سانس لی اور پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا "اس کا مطلب؟"

"یہی کہ آنکھ مارنے سے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔"

"اس درخت پر سے کس نے آنکھ ماری تھی؟" جوزف نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا

"ابے! زیادہ پی گئے ہو کیا... اسی درخت نے آنکھ ماری تھی۔"

جوزف نے دانت نکال دیئے۔ پھر سنجیدگی سے بولا "باس یہ جنگل میں یہاں فائرنگ سے بچنے کی کوشش کرو۔ آواز دور دور تک پھیلتی ہے۔ وہ آدمی جو مار ڈالا گیا بتا رہا تھا کہ یہ جزیرہ غیر آباد نہیں ہے۔ آدم خوروں کی بستیاں بھی ہیں۔"

"عورت خوروں کی بستیاں" عمران نے تصحیح کی "تم کہاں کے گلفام ہو کہ وہ تمہیں بھون کر کھا جائیں گے۔"

"آخر یہ سب کیا تھا آپ بتاتے کیوں نہیں؟" صفدر جھنجھلا گیا "یہاں آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔ سنجیدگی اختیار کیجیے۔"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ خود ہی ان لوگوں کو راہ مل جانے کی اطلاع دوں اس لئے پائلیٹ ہی مناسب رہتا اور سب سے بڑی وجہ یہ کہ میں ہر ایک کو چاق و چوبند دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس جزیرے کی آب و ہوا اونگھتے رہنے میں بہت مددگار ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے باس۔ لیکن اسٹین گنوں کی آوازیں ہمیں کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کردیں گی۔ ادھر بھی کافی فائرنگ ہو چکی ہے۔"

یک بیک اس نے خاموش ہو کر جھرجھری لی اور کسی شکاری کتے کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ صفدر نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے فوری طور پر وہ کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

"باس۔ جوزف آہستہ سے بولا۔ یہیں آس پاس کسی اور کی بھی موجودگی محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ شاید اس بار عمران کے ستارے گردش ہی میں آگئے ہیں۔

"وہ دیکھو!" دفعتاً جوزف ایک جانب ہاتھ اٹھا کر چیخا اور صفدر اس سیاہ سی چیز کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ سکا۔ جو بجلی کی سی سرعت سے بائیں جانب والی جھاڑیوں میں غائب ہو گئی تھی۔

عمران نے بڑے سرد مہرانہ انداز میں ٹامی گن جوزف کو تھما دی اور خود کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے سے ایک ماؤتھ آرگن نکال کر بجانا شروع کر دیا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ جوزف اب بھی انہی جھاڑیوں کو گھورے جا رہا تھا۔ اور ٹامی گن کو بھی اس پوزیشن میں لے آیا تھا کہ کسی لمحے بھی نشانے پر فائرنگ کر سکے۔

"عمران صاحب! میں پاگل ہو جاؤں گا۔" صفدر غرایا۔ "ختم کیجئے!"

عمران نے ماؤتھ آرگن ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے کہا "زیادہ عقلمند بننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ غرق ہو جاؤ گے۔"

"ان جھاڑیوں میں کیا ہے؟"

"ایک ایسی قدرتی سرنگ کا دہانہ جو میلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور وہی ہے اصلی راستہ۔"

"میں نے ابھی ایک سیاہ سی چیز وہاں دیکھی تھی۔"

"ان سیاہ سی چیزوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈیڑھ سو سیاہ فام اور ننگ دھڑنگ جنگلی!"

"اور آپ کھڑے ماؤتھ آرگن بجا رہے ہیں۔"

"طبلہ بجانا چاہیے تھا مجھے تو... مگر کہاں سے مہیا کروں۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولا "خبردار جوزف فائر نہ کرنا!"

"وہ نہیں کرے گا تو میں شروع کر دوں گا۔" صفدر کی جھلاہٹ بڑھ گئی۔

"فضول ہے۔ اس درخت کے تنے پر دیکھو۔"

"کیا دیکھوں۔ ان گولیوں کے نشانات دیکھ رہا ہوں... پھر...؟"

"ساری گولیاں اسی پر پڑی تھیں ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کا لیڈر ایک سفید فام آدمی ہے لیکن اس نے بھی لنگوٹی ہی لگا رکھی ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ظلمات کے دیوتا کے پجاریوں کا خون نہیں بہا سکو گے۔ یقین نہ آئے تو فائر کر کے دیکھو۔ وہ ان لوگوں سے دور کھڑا تھا۔ میں نے ٹومیسن سیدھی کی۔ اس انداز میں فائرنگ شروع کی کہ ایک ہی جگہ سبھوں کے لیے کافی تھی۔ لیکن ان میں سے ایک بھی

گیا۔ اور ساری گولیاں گویا ان سے کترا کر اس درخت پر پڑی تھیں۔“

”آپ نے کوئی طلسم ہوشربائی خواب تو نہیں دیکھا ہے۔“ صفدر ہنس پڑا۔

”اچھی بات ہے جوزف فائرنگ شروع کر دو اسی جھاڑی پر۔“ عمران نے کہا

جوزف پہلے تو ہچکچایا پھر سنبھل کر گولیاں برسانے لگا۔

”دیکھو!“ عمران نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔“ وہ دیکھو۔“

درخت کا تنا چھلنی ہوا جا رہا تھا۔

”ختم کرو!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں بولا ”تمہیں دیوتا کی بڑائی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔“

جوزف فائرنگ بند کر کے بری طرح کانپنے لگا تھا دفعتاً جھاڑیوں سے آواز آئی۔“ یہ بھی ممکن ہے کہ گولیاں پلٹ کر خود تمہارے ہی سینوں پر پڑیں۔“

یہ جملہ بڑی شستہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لہجہ بھی انگریزوں ہی کا سا تھا۔

”نہیں نہیں۔“ عمران جلدی سے بولا۔“ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے میں تو ان دونوں کو یقین دلانا چاہتا تھا۔ میرے ساتھی بھی بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔“

صفدر دم بخود کھڑا رہا۔ اور جوزف کا تو دم ہی نکلا جا رہا تھا۔

”مم.... میں نے تو... خبیث روحوں کی پرچھائیاں پہلے ہی دیکھ لی تھیں۔“ وہ کانپتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد صفدر نے پوچھا ”لیکن آپ نے ان لوگوں کو کیوں بلوایا ہے؟“

”اکیلے ڈوبنا مجھے پسند نہیں ہے.... مرو تو سب ساتھ ہی مرو۔“

”یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

”کسی ایسے کالے آدمی کا گوشت جو بہت زیادہ پیتا ہو۔“

”مم مار ڈالا... بب باس۔“ جوزف کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔“ تم نے

انہیں بتایا تو نہیں ؟"

"مردوں کی طرح سیدھے کھڑے ہوئے تو ضرور بتا دوں گا۔"

"یا خدا.... یا خدا.... بھول قادر...."

"اگر کوئی گیت یاد ہو تو شروع کر دو.... میں ماؤتھ آرگن بجاؤں گا۔"

"عمران صاحب خدا کے لیے سنجیدگی.... کچھ سوچئے۔"

"ماؤتھ آرگن سوچنے پر کوئی پابندی نہیں لگائے گا.... سوچتے رہو۔"

"کسی طرح خود بھی نکل جاتا تھا۔ آخر ان بیچاروں کو کیوں پھنسوا رہے ہیں۔"

عمران ماؤتھ آرگن بجاتا رہا۔

"ٹھہرو۔ ذرا ایک منٹ.... ایک بات سن لیجئے۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سناؤ یار...." عمران جھلا گیا۔

"یہ لوگ جھاڑیوں سے باہر کیوں نہیں آتے؟"

"ہمارے دوسرے ساتھیوں کے منتظر ہیں۔"

"آپ نے بتا دیا ہے؟"

"جھوٹ بولنا گناہ ہے ممی اور ڈیڈی بچپن ہی سے سمجھاتے آئے ہیں۔"

"خدا غارت کرے" صفدر دانت پیس کر رہ گیا۔

"جھوٹ بولو گے تو ضرور غارت ہو جاؤ گے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور پھر ماؤتھ آرگن ہونٹوں کی طرف لے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جوزف نے تامی گن اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا "تو سنو باس! میرا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔ میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اس عورت کی بددعائیں ضرور پوری ہوں گی جو چاندنی راتوں میں چیخ چیخ کر میرا انتظار کیا کرتی تھی!"

"خدا تیری کھوپڑی پر چپتیں نازل کرے جوزف۔ تجھے بھی کہاں عورت یاد آئی ہے"

عمران نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور صفدر کو اشارہ کیا کہ ٹامی گن اس سے لے لے۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک صفدر وہیں بیٹھا بور ہوتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے گولیوں کا رخ کیسے بدل گیا تھا اور اب کیا ہوگا؟ کیا وہ سب قیدی بنا لیے جائیں گے؟ یا مار ڈالے جائیں گے؟ عمران کی کسی اسکیم کے متعلق قبل از وقت اندازہ لگا لینا مشکل کام تھا۔

"شاید وہ لوگ آ گئے۔" عمران بڑبڑایا "خاموش بیٹھے رہو وہ خود ہی اوپر آ جائیں گے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

پھر تھوڑی دیر بعد مونیکا تیر ہی کی طرح عمران کی طرف آئی تھی۔

"یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" اس نے پوچھا۔

"میں ایک بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا

"وہاں سے اس طرح بھاگے کیوں تھے؟"

"صفدر تمہیں اس کے متعلق شاید پہلے ہی بتا چکا ہے... مگر یہ نئی مصیبت!"

"کیا بات ہے؟"

عمران اس کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر سارے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بولا

"کیا سمجھے! میں ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میری مدد کرو۔"

"کیا بات ہے؟" ہام نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میں سامنے والی جھاڑیوں پر فائرنگ کرتا ہوں تو گولیاں اس درخت پر پڑتی ہیں۔"

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" ہام نے آنکھیں نکالیں۔ وہ عمران کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا اور مونیکا سے بھی اس کا اظہار کر چکا تھا۔

"اپنے سارے ساتھیوں سے کہو کہ بیک وقت ان جھاڑیوں پر فائرنگ کریں۔"

"آخر تم کچھ بتاتے کیوں نہیں؟" مونیکا جھنجھلا گئی۔

"اس شامی گن پر کسی خبیث روح کا سایہ ہو گیا ہے۔" اس نے صفدر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی "شامی گن" کی طرف اشارہ کیا۔ پھر صفدر ہی سے بولا "دکھا دو بھیا نہیں بھی دکھا دو۔ مگر تم لوگ اس درخت پر بھی نظر رکھنا۔"

صفدر جو مر جانے کی حد تک اکتا گیا تھا شامی گن اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا

"خود ہی دکھا دیجئے!"

بہرحال عمران ہی نے فائرنگ کی۔ مگر نتیجہ پہلے سے مختلف نہیں تھا۔ وہ سب بری طرح بوکھلا گئے۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا عمران کے قریب کھسکتی ہوئی منمنائی۔

"ان جھاڑیوں کے پیچھے تقریباً ڈیڑھ سو جنگلی موجود ہیں لیکن ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

"نہیں!"

"دیکھ لینا۔ ان لوگوں سے کہو کہ ان کے پاس جتنا بھی اسلحہ ہے ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔ اور خالی ہاتھ کھڑے ہو جائیں۔"

"یہ تو موت ہی کو دعوت دینا ہوگا۔"

"تم ان پر فائرنگ کر کے بھی کیا کر لو گی۔ بہتر یہی ہے کہ انہیں فی الحال اعتماد میں لینے کی کوشش کی جائے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ گولیوں کا رخ کیوں بدل جاتا ہے؟"

یک بیک جھاڑیوں سے شور بلند ہوا۔ اور لاتعداد سیاہ فام آدمی ان کی طرف بڑھنے لگے۔

ڈیزی بری طرح چیخ رہی تھی صفدر نے جھپٹ کر اسے سہارا دیا ورنہ وہ گر ہی جاتی۔ گولیوں کی کرامات نے اسے پہلے ہی سے خوفزدہ کر رکھا تھا۔

عمران پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا تھا۔

"ارے۔ ارے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے کیا؟" مونیکا عمران کو جھنجھوڑنے لگی۔

کچھ لڑکوں نے بدحواسی کے عالم میں فائر بھی کیے لیکن وہ سیاہ فام اور نیم برہنہ وحشی بھیانک انداز میں ہنستے اور نصف دائرے کی شکل میں آگے ہی بڑھتے رہے۔ پھر تو بیچ بیچ ہاتھوں سے رائفلیں گرنا شروع ہو گئیں۔ جوزف سینے پہ ہاتھوں سے کراس بنائے دعائیں پڑھ رہا تھا۔ آگے بڑھنے والے بڑھتے ہی رہے۔ ان میں سے کوئی زخمی تک نہ ہو سکا تھا۔

"یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا اس پاگل نے۔" ٹام دانت پیس کر دہاڑا "بند کرو یہ گانا بجانا۔"

لیکن عمران پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ ماؤتھ آرگن کی آواز ویرانے میں گونجتی رہی اور جنگلیوں نے ان کے گرد اپنا دائرہ مکمل کر لیا۔

ان کے ہاتھوں میں سروں سے اونچے نیزے تھے۔ جنگلیوں کے ہیبت ناک حبشی چہروں کو کھریا اور گیرو سے بنائی ہوئی لکیروں نے اور زیادہ وحشتناک بنا دیا تھا۔ یک بیک انہوں نے دائرے ہی کی شکل میں آہستہ آہستہ تھرکنا شروع کر دیا۔

"ہا ہا... ناچ گئے۔" عمران نے قہقہہ لگایا "ناچو۔ اگر میری ایجاد کردہ دھنوں پر ناچ سکو۔" وہ پھر ماؤتھ آرگن بجانے لگا

جنگلی آہستہ آہستہ تھرکتے رہے اور ان کا دائرہ گردش کرتا رہا۔ دفعتاً انہوں نے تیکھا ناچ بھی شروع کر دیا اور قدم پہلے کی نسبت تیزی سے اٹھنے لگے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" مونیکا عمران کے کان کے قریب منہ لے جا کر چیخی۔

"نہیں ناچ سکتے۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا "میری دھن پر نہیں ناچ سکتے۔ اپنی ہی دھن میں مست رہیں۔ آؤ۔ ہم تم رمبا شروع کر دیں۔"

تم ان لوگوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہو۔" مونیکا دانت پیس کر بولی۔ "جنگلی۔ وحشی اگر کچھ کر نہیں سکتے تو خاموش رہو۔"

دفعتاً جوزف بھی کھسک کر عمران کے قریب آگیا اس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے حیرت کے آثار تھے۔ عمران اسے سوالیہ انداز میں گھورنے لگا۔

جنگلیوں کے گیت کی لے بلند ہی ہوتی جا رہی تھی اور دائرے کی گردش بھی پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

جوزف اس کے کان کے قریب منہ لا کر بولا "میں اس گیت کو سمجھ سکتا ہوں باس! یہ زبان نائجیریا کے کسی حصے میں بولی جاتی ہے مگر یہ گیت عجیب ہے۔ اس سے دشمنی کی بو نہیں آتی۔ یہ گیت پسندیدہ مہمانوں کے لیے مخصوص ہے۔"

"اوہ تب تو یہ یقیناً وہی آدم خور ہیں۔" مونیکا نے کہا۔

"آہا!" عمران خوش ہو کر بولا "اگر یہ بات ہے تو میں ان سے عورت پکانے کی ترکیب ضرور سیکھوں گا۔"

"بس اب ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے ورنہ گولی مار دوں گی۔"

"ڈرو نہیں!" اچانک جھاڑیوں سے آواز آئی "اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ویسے تم یہ تو دیکھ ہی چکے ہو کہ تمہارے آتشیں حربے بیکار ہو کر رہ گئے ہیں تم سب ابھی اور اسی جگہ ختم کیے جا سکتے ہو۔"

"ارے یہ کون ہے؟" مونیکا بوکھلا کر جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگی "یہ تو کوئی انگریز ہی معلوم ہوتا ہے۔"

جنگلیوں کا رقص نقطہ عروج پر پہنچ کر ختم ہو گیا تھا اور اب وہ پھر پہلے ہی کی طرح خاموش کھڑے تھے ان کی آنکھوں میں اب پھر وہی پہلے کی سی اداسی اور ماحول سے بے تعلقی پائی جاتی تھی یہ کہا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ انہوں نے تھوڑی دیر قبل کوئی طوفا

رقص پیش کیا ہوگا۔ بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مشین چلتے چلتے اچانک رک گئی ہے۔ رکی ہوئی مشین کے پرزے [illegible] نہیں تھا مگر ایسا لگتا کہ وہ ایک ہی سکینڈ پہلے چل رہی تھی۔

"جوزف اب میں تمہارے لیے ایک جنگلی دھن بجانے جا رہا ہوں۔ تم بھی ناچو ڈرو مت۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے۔ ہر وقت پچیسیوں خبیث اور پچاسوں چڑیلیں میرے پیچھے لگی رہتی ہیں۔"

عمران نے پھر ماؤتھ آرگن ہونٹوں سے لگا لیا۔ ایک عجیب سا نغمہ فضا میں گونجنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحے میں جوزف کی آنکھیں فرطِ حیرت سے ابل پڑیں۔

"ہائیں باس! یہ تو بولنگا ماکچا ہے۔ تم کیا جانو۔۔۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں میں نہیں ناچوں گا۔ یہ ایک طرح کا اعلانِ جنگ ہوگا باس۔ یہ لوگ ابھی مہمانوں کی آمد پر خوشی کا گیت گا رہے ہیں۔"

"او خدا کے لیے اس قصے کو جلدی ختم کرو۔" تونیا نے عمران کو جھنجھوڑ کر کہا ماؤتھ آرگن پھر اس کے ہونٹوں سے نکل آیا اور وہ کراہ کر بولا "تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں۔۔۔ وہ آج گا کر مجھے غصہ دلاتے ہیں میں بجانے لگتا ہوں۔ پچھلے سال میں ایک قوال کی ضد میں رات بھر حلق پھاڑتا رہا تھا۔ قوال سمجھتی ہو نا!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔ آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے میگزین پر قبضہ کر کے ہمیں نہتا کر دیں ارے باپ رے وہ دیکھو!"

عمران ساحل کی طرف مڑا تھا۔ انداز ایسا تھا کہ وہ سب ہی اسی جانب دیکھنے لگے تھے۔ ان کی کشتی بہت دور جا چکی تھی۔

"یہ کمبخت پائیلٹ بھی ڈر کر بھاگ نکلا" عمران نے آنکھیں نکالیں "اب کیا ہوگا اب واپسی کی امید نہ رکھو۔ وہ اس کی پرواہ کیے بغیر آگے ہی بڑھتا چلا گیا کہ اتنا لمبا سفر اس کے اکیلے کے بس کا روگ نہیں!

"سب تمہاری ہی بدولت ہوا ہے" موزیکا چیخی "اگر تم بام کے آدمیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیتے تو ہم ادھر آنے کی حماقت نہ کرتے"

"یہاں میں جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے" جھاڑیوں سے پھر آواز آئی

"تمہیں اپنی سلامتی میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ میرے نہیں بلکہ اس پجارن کے الفاظ ہیں جو ہزاروں سال سے زندہ ہے۔ جو کبھی نہیں مرتی صرف چند دنوں کے لیے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ وہ نور کا مجسمہ ہے"

"ہائیں!" عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر پُر مسرت لہجے میں چیخا "وہ یہاں ہے ... یہاں اس جزیرے میں ... میرے خدا ... اوہ ... اوہ"

"کیوں، کیا تم اسے جانتے ہو" جھاڑیوں سے آواز آئی

"ارے یہ نہ پوچھو! میں اسی کی تلاش میں صدیوں سے چھبیس بار پیدا ہو چکا ہوں۔ پہلے یونان میں پیدا ہوا تھا ... لیکن وہ اس وقت مصر میں تھی ... جب مصر میں پیدا ہوا ... تو معلوم ہوا کہ اب وہ تبت میں ہے ... تبت میں پیدا ہونے کی ہمت نہیں پڑی تھی ... کیونکہ چپٹی ناکوں سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے ... بہرحال آخری بار ہنالولو میں پیدا ہو کر سیدھا یہیں چلا آ رہا ہوں ... اگر یہاں بھی نہ ملی تو میں اب پیدا ہونا ہی بند کر دوں گا"

"تم کیسی الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو" اس بار آواز غصیلی تھی ... "اس پارٹی کا راہبر کون ہے سامنے آ جائے"

"میں راہبر ہوں جناب!" ہام نے آگے بڑھ کر کانپتی ہوئی آواز میں کہا

"اپنے آدمیوں سے کہو کہ غیر مسلح ہو جائیں۔"

"بہت بہتر جناب!" ہام نے کہا

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا!" مونیکا بولی

"لیڈی مونیکا! عقل سے کام لو۔ کشتی واپس جا چکی ہے۔ ہم ہر طرح ان کے قبضے میں ہیں۔ اپنی فائرنگ کا انجام بھی دیکھا ہے۔"

ہام کے کہنے پر سب غیر مسلح ہو گئے۔

عمران تو پہلے ہی ٹامی گن پھینک چکا تھا۔

کسی کی جیب میں تمنچہ ہی تھا تو تک نہ رہ گیا۔

"ٹھیک ہے! اچھے بچوں سے!" آواز آئی "اب ہر طرح مطمئن ہو جاؤ! چین کی نیند بھی تمہیں آج ہی نصیب ہو گی۔"

"مگر تم مجھ سے خواہ مخواہ خفا ہو گئے ہو پیارے!" عمران نے کہا "حالانکہ میں ہی تم لوگوں کا سب سے بڑا عقیدت مند ثابت ہوں گا۔"

"تم خاموش رہو۔" ہام نے آنکھیں دکھائیں۔

"ابے تم اسی لہجے میں باس سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔" جوزف غرایا۔

"ہشت!" عمران بولا "جھگڑا نہ کرو۔ ہام ٹھیک کہہ رہا ہے مجھے خاموش ہی رہنا چاہیے۔"

"سنو! خاموش ہو جاؤ!" جھاڑیوں سے آواز آئی۔ "مقدس پجارن کا حکم ہے کہ ہم تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیں...... تم لوگ دفینوں کی تلاش میں آئے ہو نا؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔

"فکر نہ کرو۔" پھر آواز آئی۔ "ہم تو تارک الدنیا لوگ ہیں۔ ہمیں دشمنوں سے کیا سروکار؟ وہ تو ہماری ٹھوکروں سے پیدا ہوتے ہیں۔"

"ذرا ایک ٹھوکر اس جوزف کے بچے کو بھی رسید کرنا۔ تاکہ یہ شراب کے بیرل میں تبدیل ہو جائے۔" عمران نے ہانک لگائی۔ اور جوزف بڑے جھینپے پن سے ہنسنے لگا۔

"آخر تمہاری پجارن کو ہم سے کیا سروکار؟" مونگا نے پوچھا

"اس جزیرے کی ہر چیز سے مقدس پجارن کو سروکار ہے۔۔۔۔ اچھا اب سفر کے لیے تیار ہو جاؤ!"

وہ چلتے رہے حتیٰ کہ سورج مغرب میں جھک گیا۔

راستہ حقیقتاً دشوار گزار تھا۔ صفدر محسوس کر رہا تھا کہ راہبر کے بغیر ان جنگلوں میں گھسنا دوسرے الفاظ میں موت کو دعوت دینا تھا۔

جنگلیوں نے ان کا سارا سامان سروں اور کاندھوں پر اٹھا لیا تھا خود انہیں اس کی تکلیف نہیں برداشت کرنی پڑی تھی۔

لیکن وہ کہاں تھا جس کی آواز جھاڑیوں سے آئی تھی۔ عمران کے بیان کے مطابق وہ کوئی سفید فام آدمی تھا لیکن اس قافلے میں وہ شریک نہیں تھا۔

ڈیزی کو ہوش آ گیا تھا اور وہ صفدر کے ساتھ ہی چل رہی تھی۔ چل کیا رہی تھی بس وہی اسے چلا رہا تھا۔ قدم قدم پر وہ لڑکھڑاتی اور صفدر ہی اسے سہارا دیتا۔ اس کے علاوہ اور کسی نے تو یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ کس حال میں ہے۔

"سچ بتاؤ! یہ آدم خور تو نہیں ہیں۔" وہ بار بار پوچھتی اور صفدر بظاہر اسے تسلیاں تو دیتا لیکن حقیقتاً وہ خود بھی مطمئن نہیں تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی آواز سنی جو غالباً ہونیکا سے کہہ رہا تھا "اب کیا میں خود بھی آدم خوری پہ اتر آؤں۔ صبح سے بھوکا ہوں۔"

"اوہ... اوہ... کون کیا کہہ رہا ہے؟" ڈیزی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

صفدر کیا جواب دیتا۔ اس خوفزدہ لڑکی کو مطمئن کر دینا آسان کام نہیں تھا۔

قافلہ چلتا رہا۔ ٹام کے ساتھیوں میں سے کئی تھکن کی وجہ سے لڑکھڑا رہے تھے

یا ہو سکتا ہے وہ بھی خائف رہے ہوں۔

"اب مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ میں کیا کروں؟" ڈیزی ہانپتی ہوئی بولی۔

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔ کیا اسے پسند کرو گی کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے چلوں۔"

"نہیں نہیں ٹھیک ہے گھسٹتی رہوں گی کسی نہ کسی طرح۔ اف فوہ اب کتنا اندھیرا ہو گیا ہے۔ کیسا گھنا جنگل ہے سورج کی ایک کرن کا بھی گذر نہیں یا پھر رات ہو گئی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ مگر اب یہ سفر کیسے جاری رہ سکے گا اندھیرا تو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔"

اچانک کسی نے چیخ کر کچھ کہا اور بار بار ایک ہی لفظ دہراتا رہا۔ وہ غالباً کوئی جنگلی ہی تھا۔

"باس!" جوزف عمران سے بولا "وہ رکنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔" پھر بلند آواز میں بولا "ٹھہر جاؤ۔ رک جاؤ سب" آخری الفاظ اس نے انگریزی ہی میں ادا کیے تھے۔

قافلہ رک گیا لیکن اتنا اندھیرا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بہ آسانی پہچان نہیں سکتے تھے۔

دفعتاً جنگلیوں نے چیخنا شروع کر دیا اور ان کے بعض ساتھیوں کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکلنے لگیں۔

"اوہ! خاموش خاموش۔ ڈرو نہیں" جوزف بلند آواز میں بولا۔ "وہ اپنے دیوتا سے روشنی مانگ رہے ہیں۔ سورج مانگ رہے ہیں۔"

"میرے لیے چیونگم کے پیکٹ بھی مانگ لیں تو بہتر ہے۔" عمران بولا۔

"او خدا کے لیے تم چپ رہو۔ تمہاری آواز مجھے زہر لگتی ہے۔" مونیکا نے کہا

ڈیزی صفدر سے کہہ رہی تھی۔ "تمہارا یہ ساتھی عجیب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے مستقبل کی فکر ہی نہ ہو۔ یا تو یہ پاگل ہے یا بھوت۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کچھ بھی نہیں وہ ایسا ہی آدمی ہے۔"

"اب یہی دیکھو کہ ہم مرے جا رہے ہیں اور اسے صرف چیونگم کی فکر ہے۔ کالا آدمی اسے باس کہتا ہے کیا وہ اس کا ملازم ہے؟"

"ڈیزی ڈیزی! تم کہاں ہو؟" دفعتاً مونیکا کی آواز آئی۔

"میرے ساتھ!" صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کا خیال رکھنا..... بیچاری لڑکی!"

"وہ مونیکا سے بھی نہیں ڈرتا!" ڈیزی بولی۔

"مونیکا!" صفدر ہنس پڑا۔ "وہ بھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے۔"

"مورن اور ہام تو اس کے سامنے ہکلانے لگتے تھے"

"ہوگا۔ لیکن میرا ساتھی دوسری قسم کے لوگوں میں سے ہے۔ اسے متاثر ہونا نہیں آتا۔ اس کے متعلق زیادہ نہ سوچو۔ ورنہ تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا!"

"میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں۔ مگر وہ ایک مستقل خلش کی طرح میرے ذہن پر حاوی ہو گیا ہے"

"بڑی ظلمت ہے۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

اچانک جنگلیوں کا شور اتنا بڑھ گیا کہ قریب کھڑے ہوئے دو آدمی بھی ایک دوسرے کی آواز سننے میں دشواری محسوس کرنے لگے۔

اور پھر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سچ مچ ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سورج کا ایک ٹکڑا گھنیری شاخوں میں آ پھنسا ہو۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ زمین پر گری ہوئی سوئی بھی دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔

جنگلیوں نے جوش سے تین نعرے لگائے اور جوزف بری طرح کانپنے لگا دوسروں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں تھی لیکن آواز صرف اسی کے حلق سے نکل رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "باس! ہم یقیناً کسی جادوگر کے چکر میں پھنس

گئے ہیں۔ موت ہی ہمیں لائی ہے اس جزیرے میں۔"

عمران کسی شریر بچے کے سے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا اس کے چہرے سے ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

صفدر بھی کھسک کر اس کے قریب ہی آگیا تھا۔ ڈیزی بھی بڑھ آئی۔

"واقعی ہم کسی بڑی مصیبت کا شکار ہونے والے ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"ہو چکے ہیں مائی ڈیئر صفدر۔" عمران بولا۔ "مگر یہ مسٹر کی ٹر اور صفدر کا در مجھے ہم قافیہ معلوم ہوتے ہیں... کیا خیال ہے تمہارا... اگر میں تمہیں صرف ٹر در کہوں تو کیا حرج ہے؟"

"جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو لوگ اسی طرح پاگل ہو جاتے ہیں۔" صفدر جھلا گیا۔

"ہاں... ہم... دیکھو ٹر در ایک طرف ہو جانے پر دوسری طرف باقی بچا مس صف۔ صف میں ی اور ہ کا اضافہ کیے دیتا ہوں۔ چلو بن گیا مس صفیہ۔ تو تم اسی وقت بالکل مس صفیہ ہی کے سے انداز میں گفتگو کر رہے ہو... اوئی اللہ ہم تو کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں... ہائے دولہا بھائی اب کیا ہوگا۔"

صفدر جھنجھلا کر خاموش ہو گیا۔

قافلہ پھر چل پڑا تھا۔ صفدر اس بار عمران کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "ہم یہاں کیوں آئے تھے؟"

"بکواس مت کرو۔ اس پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔"

"یہ روشن دائرہ۔ ہمارے ساتھ ہی حرکت کر رہا ہے۔" موسیکا بولی "مگر نہ تو شاخوں سے الجھتا ہے اور نہ اس کی رفتار ہی میں کمی آتی ہے۔ آخر یہ ہے کیا بلا؟"

"بناسپتی سورج... ایسا ہی سورج اب سے پچاس سال پہلے میرے دادا نے بھی بنایا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا۔"

"میں نے اپنے فرشتوں کو بتایا ہے۔"

"مجھ سے سنو۔ میں جانتا ہوں۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا "یہ لوگ میتھو کے پجاری معلوم ہوتے ہیں جو رینزو یعنی سورج دیوتا کا بیٹا ہے۔"

"اور بچے شلجم چبانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔" عمران نے ٹکڑا لگایا

"تم پھر بولے۔"

"اچھا شب تاریک کے بچے تم ہی بولے جاؤ۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"مم .... میں کیا بولوں باس .... یہ پوچھ رہی تھیں۔"

اب وہ نشیب میں اتر رہے تھے۔ ایسی ہی ڈھلان تھی کہ اگر روشنی نہ ہوتی تو کئی اپنے ہاتھ پیر توڑ بیٹھتے

"اب تو میں گری .... میں گر رہی ہوں .... مسٹر صفدر ...."

ڈیزی جھومتی ہوئی صفدر پر آ گری۔ اور اس نے بمشکل تمام خود کو سنبھالا۔ ورنہ جھٹکا تو ایسا ہی لگا تھا کہ دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے چلے جاتے۔

اندازہ کرنا دشوار تھا۔ کہ ڈھلان کا اختتام کہاں ہوا ہوگا کیونکہ ساری ڈھلان جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھی پھر دو چار قدم کے بعد راستہ بنانے کے لیے جھاڑیاں ہٹانی پڑتی تھیں لیکن وہ پگڈنڈی یا انسانی قدموں ہی کی بنائی ہوئی تھی اور اسے استعمال کرنے والوں نے مصلحتاً اس پر جھاڑیاں جھکی رہنے دی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے سفر شروع کیا تھا۔ وہاں بھی کم از کم وہ تو راستہ تلاش کرنے میں ناکام ہی رہتے حالانکہ وہاں وہ پگڈنڈی نہیں بلکہ ایک کشادہ سڑک معلوم ہوتی تھی مگر کسے اندازہ ہوتا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے کیا ہے۔

وہ بڑی احتیاط سے نیچے اترتے رہے۔ یہاں بھی راستہ اتنا کشادہ ضرور تھا کہ

دو آدمی برابر سے چل سکیں۔ ڈیزی صفدر کے شانے پر جھول گئی تھی۔

"میں معافی چاہتی ہوں۔ اب میرے پیروں میں قوت نہیں رہ گئی۔" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "تمہارے علاوہ مجھے اور سب درندے معلوم ہوتے ہیں۔"

صفدر کو، عملاً اس کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ہمدردی کا شائبہ بھی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں موجود نہیں تھا۔

یک بیک عمران کے ماؤتھ آرگن کی آواز فضا میں گونجنے لگی اور جوزف نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا کرتے ہو باس! کہیں سانپ نہ نکلنے لگیں۔"

"میرا بس چلے تو تمہیں قتل ہی کر دوں۔" مونیکا کی آواز آئی۔

روشنی کا دائرہ یکساں رفتار سے اب بھی ان کے سروں پر پرواز کر رہا تھا لیکن اس جانب نظر اٹھانا بھی دشوار تھا۔ ڈھلان شروع ہونے سے پہلے ایک بار صفدر سے ایسی حماقت سرزد ہوئی تھی لیکن نتیجے کے طور پر دیر تک اس کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے گنجان دائرے رقص کرتے رہے تھے اور اسی وقت ڈیزی ہی نے اسے سہارا دیا تھا ورنہ وہ ایک قدم بھی نہ چل سکتا۔

سورج پر تو ایک بار اڑتی سی نظر ڈالنا ممکن تھا لیکن اس روشن دائرے پر خدا کی پناہ! صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے آنکھیں حلقوں سے نکل کر پھٹ جائیں گی۔

دفعتاً آگے چلنے والے جنگلی رک گئے ان میں سے ایک چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔

"اوہ... باس۔" جوزف بولا "وہ مجھے بلا رہا ہے۔"

"جاؤ! لیکن دیکھو! ذرا معلوم کرنا کہ ان لوگوں کو نشے پانی سے بھی کچھ دلچسپی ہے یا نہیں؟"

جوزف انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا اس کے علاوہ جو جہاں رکا تھا،

وہیں کھڑا رہا۔

"مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔" ڈیزی نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا اور صفدر نے جوزف کو آواز دی۔ "جوزف! ان سے کہو کہ اب ہم نہیں چل سکیں گے۔"

"اوہ شکریہ!" ڈیزی بولی "تم میں اتنی ہمت تو ہے کہ اس اسپرٹ میں گفتگو کر سکو۔ اور سب تو مر کر ہی رہ گئے ہیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ سبھی ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ عمران کا باڈی گارڈ خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جوزف واپس آ گیا۔

"میں کہتا ہوں باس! اگر میں ساتھ نہ ہوتا تو تم لوگ کیا کرتے۔" اس نے کہا "تمہاری یاد میں روتے روتے بیہوش ہو جاتے۔"

"نہیں باس! وہ پراسرار قوت جانتی تھی کہ میں ساتھ ہوں۔"

"کیا بکواس ہے.... جلدی کہہ چکو۔"

"آگے راستہ نہیں ہے اور وہ ایک غار میں اترنے کو کہہ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ دیوتا کا سورج اس جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اگر تمہارے پاس روشنی کے لیے کچھ ہو تو نکالو۔ اور ہاں! اب اسی وقت آگے نہیں جائیں گے۔ کتنی سردی ہے باس یہاں! ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا۔ اب رکے ہیں تو...."

"میں نے کیا کہا تھا تم سے؟" عمران نے آنکھیں نکالیں

"اوہ۔ ہاں! وہ نشہ نہیں استعمال کرنے۔ میں نے پوچھا تھا اس نے کہا کہ اگر وہ نشہ استعمال کریں گے تو ان پر دیوتا کا قہر نازل ہوگا۔"

"پتہ نہیں کیسا نامعقول دیوتا ہے۔" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔

تمام نے پیٹرومیکس اور کیروسین لیمپ نکالے۔ ویسے ان کے پاس کاربائیڈ لیمپیں بھی تھے اور وافر مقدار میں کاربائیڈ بھی لیکن وہ اسے آئندہ کے لیے محفوظ رکھنا

چاہتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ سب غار میں اترتے چلے گئے لیکن عمران سب سے پیچھے رہ جانے کے لیے ایک جگہ رک گیا تھا۔ روشنی کا دائرہ اب متحرک نہیں تھا لیکن روشنی بدستور پھیلی ہوئی تھی۔

عمران غار کے دہانے کے قریب کھسک آیا۔ یہاں اب اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ غالباً وہ اس روشن دائرے کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

پھر اسے غار ہی میں اترنا پڑا کیونکہ وہ اس روشنی سے بچنا بھی چاہتا تھا۔

یکا یک وہ روشن دائرہ کسی الیکٹرک لیمپ ہی کی طرح بجھ گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لی اور پھر اسے خیال آیا کہ اس سے ایک زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ نہ تو اب قافلے والوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور نہ پیٹرومکس لیمپ کی روشنی ہی نظر آرہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک وہیں بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر مڑ کر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ کاندھے سے لٹکے ہوئے چرمی تھیلے میں ایک الیکٹرک ٹارچ بھی تو تھی۔

وہ راستے بھر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا آیا تھا لیکن اس کا ذہن بری طرح الجھا رہا تھا۔ کیا یہ حقیقتاً ابوغا ہی کا جزیرہ تھا یا غلط فہمی کی بنا پر وہ کسی دوسری راہ پر آ لگا تھا!

ٹارچ روشن کر کے وہ آگے بڑھتا رہا۔ اس کے قدموں کی آواز غار میں گونج رہی تھی وہ غار تو گویا شیطان کی آنت ہی بن کر رہ گیا تھا۔ کہیں سرنگ کی شکل اختیار کرتا اور کہیں اتنا کشادہ نظر آتا کہ عمران کو رک کر چاروں طرف روشنی ڈالنی پڑتی۔ لیکن اس کے ساتھی کہاں تھے؟ تقریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے باوجود

بھی ان کا سراغ نہ مل سکا اور پھر اسے سوچنا پڑا کہ کہیں وہ غلط راستے پر نہ آ پڑا ہو۔ غار کی ساخت ایسی ہی تھی کہ اس کی کچھ شاخیں بھی ہو سکتی تھیں۔ مگر سوال تو یہ تھا کہ وہ آگے ہی بڑھتا رہے۔ یا پھر دہانے کی طرف واپس جا کر از سر نو تلاش کا آغاز کرے۔

ابھی وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا تھا کہ یک بیک ایک گوشے میں ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ اور غیر ارادی طور پر اس کے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

روشنی ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے پھوٹ رہی تھی۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس کا مخرج ایک اتنا بڑا سوراخ تھا جس سے سینے کے بل کھسکتا ہوا وہ بآسانی گزر سکتا۔ تھوڑی دیر تک اسی پتھر پر ہاتھ ٹیکے جھکا رہا۔ پھر سوراخ کی طرف بڑھا۔

لیکن جیسے ہی دوسری طرف جھانکنے کے لیے اپنا چہرہ اس کے قریب لے گیا کسی نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔

اس نے مصلحتاً ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ ایسا بن گیا جیسے گردن پر وہ ہاتھ قضا ہی کا ہاتھ ثابت ہوا ہو۔

پھر کچھ کر گزرنے کا وقت تو وہی تھا جب ایک جھٹکے کے ساتھ اسے نیچے کی جانب کھینچا گیا تھا۔

ٹارچ والا بھرپور ہاتھ حملہ آور کے منہ پر پڑا۔

عمران برق کی سی سرعت سے پلٹا تھا اور اس کی گردن حملہ آور کی گرفت سے نکل گئی تھی۔

پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ نیچے تھا اور مران اس طرح چھاتی پر سوار اس کا گلا گھونٹ رہا تھا جیسے سانس لینے کی بھی ہلت نہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو!

صفدر کو یاد نہیں تھا کہ غار کے دہانے اور اس مقام کا درمیانی فاصلہ کس طرح طے ہوا تھا۔ کیونکہ غار کے باہر ہی ڈیزی پر غشی طاری ہو گئی تھی اور اسے ہاتھوں پہ اٹھانا پڑا تھا۔ پھر اسی حالت میں متواتر چلتے رہنا آسان کام تو نہیں تھا شاید وہ یہ بھی نہ بتا سکتا کہ جس جگہ سامان اتارا جا رہا تھا وہاں تک پہنچنے میں کتنا وقت صرف ہوا تھا

اس نے تو بس ڈیزی کو ایک طرف ڈال دیا تھا اور خود اکڑوں بیٹھ کر کسی فربہ مینڈک کی طرح ہانپنے لگا تھا۔

"خدا کی پناہ!" آدم نے مونیکا سے کہا "یہ غار ہے یا کوئی کھوکھلا پہاڑ۔ تقریباً ہم فرلانگ کا فاصلہ ضرور طے کیا ہوگا لیکن کہیں آسمان کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں دکھائی دی۔"

مونیکا کچھ نہ بولی۔ وہ ان جنگلیوں کو دیکھ رہی تھی جو اب شاید الاؤ روشن کرنے کی فکر میں تھے۔ ان میں سے کچھ کہیں سے خشک لکڑیاں لا لا کر ایک جگہ ڈھیر کرتے رہے مونیکا کبھی لکڑیوں کے ڈھیر کی جانب دیکھتی تھی اور کبھی بےہوش ڈیزی کی طرف ..... پھر اس نے مضطربانہ انداز میں جوزف کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "کہیں یہ آدم خور ہی نہ ہوں ..... معلوم کرو ..... معلوم کرو ....."

"نہیں یہ آدم خور نہیں ہیں۔" جوزف نے جھٹکے کے ساتھ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر چند لمحے گھورتے رہنے کے بعد بولا "مجھ سے دور ہی سے بات کیا کرو مادام!"

"کیا مطلب؟" مونیکا کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"ہاتھ نہ لگایا کرو مجھے۔"

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟"

لیکن جوزف جواب دیے بغیر جنگلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مونیکا اسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑے گی۔

کچھ دیر بعد صفدر کی حالت سنبھل گئی۔ لیکن ڈیزی اب بھی بیہوش پڑی تھی۔ ہام کے ساتھی کھانے پینے کا سامان نکال رہے تھے۔ ہام نے انہیں متنبہ کیا کہ شراب زیادہ مقدار میں نہ پئیں۔

جنگلی اب ان کی طرف سے لاپرواہ نظر آ رہے تھے۔ الاؤ روشن ہو گیا تھا۔

یک بیک صفدر کو عمران کا خیال آیا اور وہ تیزی سے مجمع کا جائزہ لینے لگا۔ بھلا اتنی دیر وہ خاموش کب بیٹھتا۔ اس نے سوچا۔ پھر وہ کہاں ہے؟

دس منٹ کے اندر اندر ہی اس نے وہ ساری جگہیں دیکھ ڈالیں۔ جہاں جہاں اس کی پارٹی کے آدمی یا جنگلی موجود تھے لیکن عمران نہ ملا۔

پھر مونیکا بھی آ ٹکرائی۔ شاید وہ بھی عمران ہی کی تلاش میں تھی۔ صفدر نے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔

"وہ کہاں ہے؟" مونیکا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"میں خود بھی اسی کی تلاش میں ہوں۔" صفدر نے جواب دیا۔

"اوہ! میرے خدا۔" وہ اپنی گردن مسلتی ہوئی بولی "سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کن لوگوں کے چنگل میں آ پھنسے ہیں۔ کیا تم بتا سکو گے کہ ہم یہاں کس راستے سے آئے تھے؟"

"میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ تم راستہ نہیں تلاش کر سکو گے۔ میں نے ابھی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی!"

"ہم یوغا کی تلاش میں نکلے تھے نا؟"

"مگر کیا یہ یوغا کے آدمی ہیں؟" مونیکا نے حیرت سے کہا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ میں تو اسے ایک اسمگلر کی حیثیت سے جانتا تھا۔ پھر تمہارے کاغذات نے اسے کسی جزیرے کا حکمران ثابت کیا۔ اور اب ہم ایسے لوگوں سے دوچار ہیں جن کا شاید گنیں بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ جن کا دیوتا اندھیری رات میں سورج پیدا کر سکتا ہے۔"

"آخر وہ کیا بلا تھی..... وہ روشنی....."

"اس پر تو وہی روشنی ڈال سکے گا جو خود بھی بعض شیطانی فنون کا مالک ہو۔"

"کون؟"

"میں عمران کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ مگر وہ ہے کہاں۔ ہام سے پوچھو۔ شاید اس نے دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ میرے اندازے کے مطابق سب سے پیچھے تھا۔ اور یہ جوزف کہاں گیا؟"

صفدر جوزف کو آوازیں دینے لگا اور مونیکا ہام کی طرف بڑھ گئی جو ایک آئل اسٹوو پر غالباً کافی کے لیے پانی رکھے اس کے قریب ہی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

جوزف جنگلیوں کی بھیڑ ہی سے برآمد ہوا تھا۔

"بڑے عجیب لوگ ہیں مسٹر صفدر! کسی معاملے میں بھی زبان نہیں کھولتے۔" اس نے قریب آکر کہا۔

"تمہارے باس کہاں ہیں؟"

"باس!... اوہ باس... یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ سناٹا کیوں ہے!"

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"وہ یہاں نہیں ہیں۔ میں دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔" صفدر نے کہا۔

"اوہ۔ نہیں!" جوزف نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں نکالیں پھر جلدی سے بولا۔ "میں دیکھتا ہوں۔"

"ٹھہرو! میرا خیال ہے کہ تم غار کے دہانے تک واپس نہیں جا سکو گے۔"

"کیوں؟"

"ہمیں تو راستہ نہیں مل سکا۔"

"یہ بہت برا ہے مسٹر صفدر! اور یہ کمبخت کسی ایسی بات کا جواب ہی نہیں دیتے۔ جس کا تعلق ہماری یا ان کی ذات سے ہو۔"

"انہوں نے ہمارا اسلحہ کہاں رکھا ہے؟ ہمیں ایک بار پھر کوشش کرنی چاہئے۔"

"نہیں مسٹر صفدر۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہم کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ کوئی پراسرار قوت ان کے ساتھ ہے۔"

مونیکا ہام سے گفتگو کرنے کے بعد تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔

"ہام نے اسے ڈھلان پر رکتے دیکھا تھا۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی "اور اس کا خیال ہے کہ وہ غار میں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔"

"خیال ہے یا یقین ہے؟"

"اوہ کچھ کرو۔ باتوں سے کیا فائدہ؟ یہ حقیقت ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

صفدر نے ابھی تک اسے اتنی زیادہ پریشان نہیں دیکھا تھا۔"

"جانے دو۔ تم اس سے تنگ بھی تو آگئی تھیں۔ راستے بھر برا بھلا کہتی آئی تھیں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ چلو اسے تلاش کریں۔"

یکایک کسی گوشے سے عجیب سی آواز آئی۔ وہ آواز کی جانب متوجہ ہوگئے

بائیں طرف ایک بڑی چٹان پر تیز قسم کی روشنی نظر آئی۔ انہیں یقین تھا کہ آواز بھی اسی چٹان سے آئی تھی۔

پھر چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا کیونکہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی۔ اور پیٹرومیکس لیمپ تو گویا اس کے آگے رونے لگے تھے۔

دفعتاً جنگلیوں نے ایک دل ہلا دینے والا نعرہ لگایا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ ہام اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ کھسک کر ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔ مونیکا، صفدر اور جوزف نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

پھر چٹان کے پیچھے سے ایک ایسا مجسمہ ابھرا جو سر سے پیر تک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ واضح تھی ورنہ انگلیاں تک ڈھکی ہوئی تھیں! جنگلیوں نے پھر ایک نعرہ لگایا اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔

جوزف کانپ رہا تھا۔ صفدر اس کفن پوش مجسمے کو گھورتا رہا جو اب پھر آہستہ آہستہ چٹان کے عقب میں نیچے کھسکتا جا رہا تھا۔ اسی کے ساتھ ہی گویا روشنی بھی سمٹ رہی تھی۔ اور پھر وہ اسی چٹان ہی تک محدود ہو کر رہ گئی۔

مجسمہ غائب ہو چکا تھا۔ لیکن چٹان بدستور روشن رہی۔ اس وقت بھی یہ روشنی پیٹرومیکس لیمپ کی روشنی سے مختلف ہی معلوم ہو رہی تھی۔

"مم... مسٹر صفدر!" جوزف ہکلایا۔

اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے پھر نعرہ لگایا اور زمین سے اٹھ گئے۔

"یہ کیا بلا تھی؟" مونیکا آہستہ سے بڑبڑائی۔ صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔ ایسا بے سر و پا خواب جو عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

دفعتاً وہ چٹان کی طرف بڑھا اور مونیکا اسے روکنے لگی۔

دوسری طرف سے کئی جنگلی نیزے تان کر جھپٹے اور جوزف چیخنے لگا۔ "ٹھہرو ٹھہر جاؤ مسٹر صفدر! یہ کیا کر رہے ہو۔ اتنے آدمیوں کی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالو!"

صفدر کو رک ہی جانا پڑا۔ جنگلی بھی قریب پہنچ چکے تھے۔ وہ نیزے تانے ہوئے چٹان کے سامنے جم گئے۔ اور ان میں سے ایک نے نیزہ ہلا کر جوزف سے کچھ کہا تھا۔

"پلیز آؤ مسٹر صفدر! خدا کے لیے۔ تم سمجھدار ہو" جوزف نے کہا

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے مڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان حالات سے کس طرح گلو خلاصی ہوگی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے ڈیزی کی چیخ سنی۔ اسے ہوش آ گیا تھا۔ اور وہ ہاتھوں سے منہ چھپائے دوزانو بیٹھی بری طرح کانپ رہی تھی۔

صفدر تو وہاں سے ہٹ گیا تھا لیکن جنگلی اب بھی چٹان کے قریب ہی موجود تھے۔

جوزف نے آگے بڑھ کر کہا "یہ کیا کر رہے تھے۔ خواہ مخواہ کسی نئی مصیبت میں پھنس جاتے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تک چٹان پر روشنی موجود ہے کوئی ادھر نہیں جا سکتا!"

"جہنم میں گئی روشنی اور تم سب بھی...." صفدر غرایا اور ڈیزی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"چھوڑ.... دو.... چھوڑ دو... خدا کے لیے چھوڑ دو۔" عمران کانتکا، گڑگڑایا

"تم کوئی مہذب آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

زبان انگریزی تھی لیکن لہجے کے متعلق عمران صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ گردن پہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"تم کون ہو؟" اس نے پوچھا

"ایک مصیبت زدہ۔ تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہیے۔"

"کچھ دیر پہلے تمہیں بھی مجھ سے ہمدردی ہونی چاہیے تھی۔" عمران نے کہا

"میں اندازہ نہیں کر پایا تھا کہ تم کون ہو۔"

"آہا! اب پہچانا کہ میں تو تمہارا وہی پرانا پڑوسی انکل ٹام ہوں۔"

"نہیں! مطلب یہ کہ میں تمہیں کوئی جنگلی سمجھا تھا۔"

"ہاں میں جنگلی۔ ذرا پھر تو سمجھنا۔ بھرتہ بنا کر رکھ دوں گا... ہاں!"

"تم شاید نئے پھنسے ہو۔" مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔ "اسی لیے تمہاری آواز میں اتنی زندگی ہے۔"

عمران نے اس کی جیبیں ٹٹولیں اور جب اطمینان ہو گیا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو اچانک حملے کے لیے کارآمد ثابت ہو سکے تو وہ اسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

کھڑے ہو جاؤ! اور مجھے بتاؤ کہ اس طرف کیا ہے؟"

مغلوب اٹھ بیٹھا لیکن کھڑا نہیں ہوا۔ شاید وہ اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا۔ وہ یقیناً کوئی یورپین ہی تھا۔ بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔

"میں وہاں رہتا ہوں۔" اس نے کچھ دیر بعد سوراخ کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تنہا یا اور کوئی بھی ساتھ ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔ مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آ گئے ہو؟ کیا تم بھی کبھی دیوانگی کا شکار رہ چکے ہو۔ مگر یہ سوال تو قطعی غیر ضروری ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں کیوں نظر آتے۔"

"آہا! تو یہ اس جزیرے کا پاگل خانہ ہے۔"

"ساری دنیا پاگل خانہ ہے جوان آدمی" مغلوب نے کھوکھلی سی آواز میں کہا

"اب سمجھا۔ تم شاید کوئی فلسفی ہو؟"

"کاش فلسفی ہی ہوتا۔ فلسفیوں کو خزانے کی تلاش نہیں ہوتی۔"

"تو تم خزانے کی تلاش میں آئے تھے؟" عمران نے پوچھا

"میں نے اسی رجحان کو دیوانگی کہا تھا آخر مجھے کس چیز کی کمی تھی۔ اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے خزانے کا خبط سوار ہوا۔ اور آج تم مجھے اس حال میں دیکھ رہے ہو۔"

"ٹھہرو! ذرا یہ بتاؤ کہ یہ غار اندازاً کتنا لمبا چوڑا ہوگا؟"

"غار!" مغلوب یک بیک ہنس پڑا۔ "تم اسے غار کہہ رہے ہو۔ یہ تو ایک شیطانی بھول بھلیاں ہے۔ میں دو ماہ سے یہاں ہوں لیکن اس جگہ نہیں پہنچ سکا جہاں اس کا اختتام ہوا ہو۔"

"یہاں تم زندہ کس طرح ہو.... کیا کھاتے ہو۔ کیا پیتے ہو؟"

www.urdufanz.com

"مجھے وہ جگہ معلوم ہے جہاں خشک لکڑیوں کا ڈھیر ہے۔ اور وہیں وہ چیز بھی مل جاتی ہے جس سے بہ آسانی معدے کی آگ بجھائی جا سکتی ہے۔ جنگلیوں کی غذا... دو ماہ سے میں نے وہ آگ نہیں بجھنے دی جس کی روشنی تم اس سوراخ میں دیکھ رہے ہو۔ دو ماہ سے میں نے سورج نہیں دیکھا۔"

"بدنصیب ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میں نے تو کچھ دیر پہلے اندھیرے میں سورج دیکھا تھا۔"

"ہا ہا!" شکستہ حال آدمی وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا "تو تم پوری طرح پھنس چکے ہو۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"خبیثوں کے جنگل میں آ پھنسے ہو۔ اور خود بھی کچھ دنوں بعد میری ہی طرح خبیث ہو کر رہ جاؤ گے۔"

"ارے تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"اب تو ہنسی ہی آتی ہے اس حال پر... تمہارے پاس سگریٹ تو نہ ہوگی۔ میں تمہیں ایک سگریٹ کے لیے قتل بھی کر سکتا ہوں... اوہ تھیلے میں ایک آدھ بوتل بھی ہوگی... کیوں؟"

"نہیں! مجھے تمباکو اور شراب دونوں ہی پسند نہیں ہیں۔"

"تب تم بھی یا تو خبیث ہو یا فرشتے!"

"تم یہاں کیسے پہنچے تھے؟" عمران نے پوچھا

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا "وہیں چلو۔ یہاں ان خبیثوں سے مڈبھیڑ بھی ہو سکتی ہے۔"

"تو وہ نہیں جانتے کہ تم یہاں رہتے ہو؟"

"انہیں معلوم ہوتا تو اب تک میں نہ جانے کہاں پہنچتا۔"

"مگر یہ روشنی۔ کیا یہ انہیں اس طرف متوجہ نہیں کر سکتی؟"

"میں اس وقت اسے ڈھانکنا بھول گیا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے تم چلو! میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے۔"

"کرنا ہی پڑے گا... کیونکہ میں بھی تمہاری ہی طرح خدا پرست ہوں... دھوئیں کے دیوتا کا پجاری نہیں۔"

عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ بھی انہیں آٹھ آدمیوں میں سے نہ ہو جن کا ایک ساتھی صفدر کے آدمی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بھی تو صفدر کے بیان کے مطابق ایسے ہی کسی دیوتا کی کہانی سنائی تھی۔

دوسرا آدمی سوراخ میں رینگ گیا۔ پھر عمران نے بھی اس کی تقلید کی۔ اسے تو غار در غار ہی کہنا چاہئے۔ اس نے اندر پہنچ کر سوچا۔ ایک جانب سلگتی ہوئی لکڑیاں چٹخ رہی تھیں اور یہاں کی محدود فضا کے لیے ان کی روشنی ناکافی نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شکستہ حال آدمی عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔

"بیٹھ جاؤ۔" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا "میں تمہارے چرمی تھیلے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیا اس میں کھانے کی بھی کوئی چیز نہیں ہے؟"

"ٹوتھ پیسٹ اور شیونگ اسٹک۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ "ویسے جانِ بہار صابن خوش ذائقہ بھی ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں کی فلمی اداکارائیں اپنے حسن کی تازگی برقرار رکھنے کے لیے یہی صابن کھاتی ہیں۔ کہو تو پیش کر دوں۔"

اجنبی ہنسنے لگا۔ پھر سنجیدگی سے بولا "آج کتنے دنوں بعد مجھے ہنسی آئی ہے۔ ہم آٹھ تھے

لیکن پتہ نہیں بقیہ سات زندہ بھی ہوں یا..." وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا "ہم پہلے تو آدمخوروں کے جال میں جا پھنسے تھے۔ وہاں سے چھٹکارا ملا تو یہ مقبرہ نصیب ہوا۔"

"آدمخوروں سے کیسے نجات ملی تھی؟"

"بڑی مضحکہ خیز بات تھی انہوں نے اشاروں میں کہا تھا کہ اپنی ہی جیسی کوئی سفید فام عورت ساتھ لاؤ گے تو آگے جانے دیں گے۔ ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔ وہ تعاقب کر رہے تھے۔ درمیان میں ایک ندی آ پڑی اور ہم آگے بڑھنے سے معذور ہو گئے۔ اس وقت تک ہم نے ایک فائر بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس موقع پر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا ہم فائرنگ کے لیے تیار تھے مگر اچانک وہ لوگ بھاگ ہی نکلے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس طرح بھاگ جانے کی کیا وجہ تھی۔ پھر ہم نے فائر نہیں کیے تھے۔ ایسے جنگل میں جو دیکھا بھالا ہوا نہ ہو فائرنگ کے سلسلے میں محتاط ہی رہنا چاہیے۔ پتہ نہیں کب کوئی دوسری بلا نازل ہو جائے۔ مگر ہم پر تو دوسری بلا فائر کیے بغیر ہی نازل ہوئی تھی۔"

"کون سی بلا۔"

"یہی لوگ جنہوں نے میرے لیے یہ مقبرہ مہیا کیا ہے۔" اجنبی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اچانک سینکڑوں جنگلیوں نے ہمیں گھیر لیا تھا اور ہم اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ غیر ارادی طور پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ ان میں سے کوئی زخمی تک نہیں ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہماری ساری گولیاں ان سے کترا کر ایک درخت کے تنے پر پڑ رہی تھیں۔ پھر ہم پکڑ لیے گئے تھے۔ ہماری رائفلیں چھن گئی تھیں۔ اور ہمیں یہاں تک آنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ چلتے چلتے رات ہو گئی تھی اور ایک پراسرار دائرہ جو سورج کی طرح روشن تھا ہمارے ساتھ ہی ساتھ فضا میں پرواز کرتا رہا۔ دن کا اجالا بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس روشنی کے مقابلے میں اپنی خیرگی مجھے آج بھی یاد ہے۔ خدا کی پناہ! سورج کی طرف دیکھنا تو آسان ہے مگر اس دائرے کی طرف.... اوہ.... اوہ...."

وہ پھر خاموش ہو گیا۔ عمران الجھن میں مبتلا تھا اس کی خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کہانی کا خاتمہ ہو جائے تاکہ وہ معاملے کی بات کر سکے۔

”بہر حال ہم نے وہ رات یہیں بسر کی تھی۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا ”اور دوسرے دن سفر پھر شروع ہو گیا تھا۔ ہم ایک بستی میں پہنچے تھے جہاں بے شمار جھونپڑیاں تھیں لیکن کیا ان جھونپڑیوں میں کسی سفید فام عورت کا پایا جانا تمہارے لیے حیرت انگیز نہ ہو گا؟“

”میرے لیے کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”اگر میں اس سفید فام عورت میں بیشمار جھونپڑیاں دیکھوں تب بھی میرے کان پر جوں نہیں رینگ سکتی۔“

”بہت چہک رہے ہو۔“ اجنبی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا ”لیکن کل تک تم کسی لاش ہی کی طرح بے حس ہو جاؤ گے۔“

”پرواہ نہ کرو۔ بیان جاری رکھو۔“

”میں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا.... جہنم میں جاؤ۔“

”تم غلط سمجھے مجھے تمہارے بیان پر یقین ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ مجھے وہاں کسی سفید فام عورت کی موجودگی پر حیرت نہ ہو گی۔ حیرت کے لیے وہ روشن دائرہ اور بیکار ہو جانے والی گولیاں ہی کیا کم ہیں۔ مگر ٹھہرو۔ کیا وہاں کسی نے تمہیں انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔“

”او ہاں! یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔ کسی نے خیال دلایا تھا کہ ہم اپنی ضائع ہونے والی گولیوں پر بھی نظر رکھیں۔ بولنے والا دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہاں تو میں اس عورت کی بات کر رہا تھا۔ وہ مقدس پجارن کہلاتی ہے اس کا چہرہ نقاب میں چھپا رہتا ہے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم صرف اس کی آواز ہی سن کر پاگل ہو جاؤ گے۔“

”اس اطلاع کا شکریہ۔ اب میں اس کا سامنا ہونے سے پہلے ہی کان اکھڑوا دوں گا۔“

"پھر تم نے میرا مذاق اڑایا۔" اجنبی نے آنکھیں نکالیں۔

"کچھ بھی ہو۔ میں تمہیں یہاں سسک سسک کر مرنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔" عمران نے کہا۔

"کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟"

"اٹھارہ!"

"اوہ! کچھ بھی نہیں۔ اتنے آدمی کیا کرلیں گے۔ اور پھر..." وہ کچھ سوچنے لگا اور عمران نے پوچھا "تمہاری کشتی تو ساحل ہی پر موجود ہوگی۔"

"کاش ایسا ہوتا۔" اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی۔ "وہ تو پہلے ہی تباہ ہوگئی تھی۔ یہ واقعہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پانی کی سطح پر ایک چمکدار گولہ ابھر کر کشتی سے ٹکرایا تھا اور کشتی کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آدم خوروں نے تمہیں اس جگہ پہنچانے ہی کے لیے دوڑایا ہو۔ اگر یہ بات نہیں تھی تو پھر خود ہی کیوں غائب ہوگئے تھے۔"

"میں نے بھی اکثر اس پر غور کیا ہے اور اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔"

"خیر تو پھر تم اس بستی سے دوبارہ یہاں تک کیسے پہنچے تھے؟"

"میں اور میرا ایک ساتھی نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ایک جگہ ہم دونوں بھی بچھڑ گئے۔ پتہ نہیں اس کا کیا حشر ہوا ہو۔ ہم دونوں نے اپنی رائفلیں بھی کسی نہ کسی طرح حاصل کرلی تھی۔ کچھ دن جنگل میں بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر مجھے اس عظیم غار کا دہانہ مل گیا تھا۔ یادداشت کے سہارے میں نے سفر جاری رکھا جو آج بھی جاری ہی ہے لیکن غار کا دوسرا دہانہ آج تک نہ مل سکا۔"

"اچھا مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے غذا اور خشک لکڑیاں حاصل کرتے ہو۔"

"اوہ... غذا.... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی حیرت انگیز غذا بھی آج تک تمہاری نظروں سے نہ گزری ہوگی.... یہ دیکھو!"

وہ اٹھ کر ایک گوشے میں چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں شکر قند سے ملتی جلتی کوئی چیز تھی۔ "یہ دیکھو۔ اسے آگ میں بھونتے ہیں پھر اس کا چھلکا اتارنے پر اندر سے جو چیز نکلتی ہے وہ عمدہ قسم کے ابلے ہوئے چاولوں سے بہت مشابہ ہوتی ہے لذیذ ہو یا نہ ہو۔ پیٹ تو بھر ہی جاتا ہے اور جسمانی توانائی برقرار رہتی ہے۔ کیا تم بھوکے ہو؟"

"اس حد تک نہیں کہ شکر قند جیسی کوئی چیز نگل سکوں۔"

"پھر چلنے پڑیں گے۔" اسے پھر غصہ آ گیا۔ "سارا کس بل نکل جائے گا۔"

"اٹھو اور مجھے بتاؤ کہ خشک لکڑیاں کہاں سے حاصل کرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ میرے ساتھی وہیں ہوں گے۔"

"اب دوسری بار کیوں مصیبت میں پڑو گے۔"

"اوہ! میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا.... پارٹی میں دو عورتیں...."

"عورتیں.... ہی ہی ہا ہی...." وہ عجیب سے انداز میں ہنسا اور اٹھتا ہوا بولا "چلو! کشادہ غار میں پہنچ کر اجنبی نے کہا "ٹارچ مت روشن کرنا۔ مجھے راستے کا اندازہ ہے۔ اب میں دوبارہ ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔"

عمران نے اس کا شانہ پکڑ لیا اور وہ چلتے رہے۔ تقریباً دو یا تین منٹ بعد عمران نے محسوس کیا کہ وہ ایک تنگ سی دراڑ میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ اتنی ہی تنگ تھی کہ دو آدمی برابر سے نہیں چل سکتے تھے یہاں گھٹن بھی محسوس ہونے لگی تھی شاید سو قدم کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پھر کھلی جگہ میں آ گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اجنبی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور اسی کے ساتھ ہی عمران بھی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر سنبھلنے کا موقع کسے ملتا۔ حملہ آور کئی تھے اور پھر اندھیرا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا تھوڑی ہی دیر میں وہ بے بس ہو کر رہ گیا۔

پتہ نہیں اجنبی پر کیا گذری تھی۔

یک بیک اندھیرے میں چمکدار ستارے بھی اڑنے لگے کیونکہ سر پر پڑنے والی ضربیں ایسی ہی شدید تھیں۔

"ارے ارے! ناریل نہیں کھوپڑی ہے بھائی۔" عمران کی زبان سے اتنا ہی نکل سکا تھا۔ اس کے بعد تو اس کا ذہن بھی تاریکیوں ہی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

دوسرے دن بھی وہ سورج نہ دیکھ سکے کیونکہ مطلع ابر آلود تھا۔ غار کے دہانے سے نکلتے ہی انہیں احساس ہوا تھا کہ اب وہ گھنے جنگلوں میں نہیں ہیں لیکن ان کی راہ دشوار گذار جھاڑیوں ہی سے گذری تھی۔ پچھلی رات بھی وہ سو نہیں سکے تھے۔ لہٰذا اس وقت قدم اٹھانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا۔

ڈیزی کی حالت تو شروع ہی سے غیر رہی تھی لیکن اب تو مونیکا کے چہرے پہ بھی پہلی ہی نظر میں مردنی سی محسوس کی جا سکتی تھی۔

صفدر عمران کے متعلق الجھن میں مبتلا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی حماقت بالآخر لے ہی ڈوبی ہو۔ جوزف صبح سے اس کے ہی بارے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

ہام مونیکا کے ساتھ ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ بقیہ لوگ ایسے تھکے تھکے انداز میں چل رہے تھے جیسے اس سفر کا اختتام پھانسی کے تختے ہی پر ہونے والا ہو۔

"لیڈی مونیکا!" ہام کہہ رہا تھا "پہلے ہم سب مر جائیں گے تب کہیں تم تک کسی کا ہاتھ پہنچے گا۔"

"ہوں!"

"تمہیں پریشان نہ ہونا چاہیے۔"

"ہام! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں موت سے ڈرتی ہوں؟"

"پھر کیا بات ہے۔ میں تمہارے چہرے پر تازگی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھنا چاہتا"

"میں اپنے لیے نہیں اس کے لیے پریشان ہوں۔"

"اوہ! ملازمین اسی لیے ہوتے ہیں کہ آقا کے کام آجائیں۔" ہام نے کہا

"ملازمین؟" مونیکا نے حیرت سے کہا "تم غلط سمجھے۔ وہ میرا ملازم نہیں دوست ہے ایسا دوست جو کئی بار میرے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈال چکا ہے۔"

"میں سمجھا۔ شاید اسی ملازم میں سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔" ہام نے طنزیہ لہجے میں کہا

"اتنی بیدردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو۔" مونیکا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اس نے تمہاری بھی جان بچائی تھی۔"

"وہ تو لیڈی مونیکا کی ذہانت تھی۔"

"ہرگز نہیں۔ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کیا ہے۔ میں تو شروع سے آخر تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ تم حقیقتاً کسی فلم کی شوٹنگ ہی کے سلسلے میں یہاں آئے ہو۔"

"مگر تم اس طرح اکیلی کیوں تھیں؟"

"میں دفینوں کی تلاش میں یہاں آئی تھی۔ لیکن کشتی کا انتظام ممکن نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں مجھے گاسکر کے پاس بھی جانا پڑا ہوگا۔ یہ بات مجھے اسی سے معلوم ہوئی تھی کہ تم کسی فلم کی شوٹنگ کے لیے ظلمات کے کسی جزیرے کا سفر کرنے والے ہو۔ اور تمہیں بار برداروں کی ضرورت ہے۔"

"کیا؟" ہام کے لہجے میں حیرت تھی۔ "بھلا گاسکر کیا جانے کہ میں کہاں کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے اسے نہیں بتایا تھا۔"

"میں نہیں جانتی کہ اسے کیسے معلوم ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے جوزف ہی نے بتایا ہو۔"

"ممکن ہے۔ وہ تو شروع ہی سے مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔"

پھر دونوں ہی خاموش ہوگئے۔ دوسری طرف ڈیزی بھی عمران ہی کا تذکرہ کر رہی تھی دوپہر کو وہ پھر ایک جگہ رکے۔ اس بار قیام کھلے ہی میں ہوا تھا اور جنگلی ان کے گرد حلقہ بنائے رہے تھے۔ جیگوار اب بھی انہی کے قبضے میں تھا اور وہ بڑی ہوشیاری سے اس کی نگرانی کر رہے تھے۔

ان لوگوں کے پاس ابھی خشک روٹیوں کی وافر مقدار موجود تھی اور سالٹ میٹ بھی تھا۔ کافی کے لیے اسٹو روشن کیے گئے۔ جوزف کو کھانے کی پرواہ نہیں تھی وہ تو ایک بڑے سے جگ میں وہسکی انڈیل کر ایک طرف جا بیٹھا تھا۔ مونیکا ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی ویران ویران آنکھوں سے خلا میں گھور رہی تھی۔ ڈیزی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ چند لمحے کھڑی رہی۔ پھر بیٹھتی ہوئی بولی "تمہیں پژمردہ دیکھ کر...... دل اور بھی ڈوبنے لگتا ہے۔"

"ہوں۔" مونیکا اس طرح چونکی تھی جیسے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو چند لمحے خالی الذہنی کے سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر ایک طویل سانس لے کر بولی "مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ مجھے تمہارے مشورے پر عمل کرنا چاہئے تھا۔"

"گذری باتوں کا تذکرہ ہی فضول ہے۔" ڈیزی نے کہا "دیکھو۔ میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ لاکٹ میرے علاوہ اور کسی کو راس نہیں آسکتا۔"

"ہاں.... آں.... لاکٹ اسی کے پاس تھا۔"

"میں بھی اس کے لیے بہت مغموم ہوں۔"

"کیوں؟" مونیکا پھر چونک کر اسے گھورنے لگی۔

"وہ کتنا عجیب تھا جب تک ہمارے ساتھ رہا۔ کبھی مشتعل نہیں ہونے دیا۔

کچھ نہیں تو اس پر غشی ہی آ جاتا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے لارا اُسے اور غیر یقینی مستقبل کا خیال ذہن سے محو ہو جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ہمیں پژمردہ نہ ہونے دیتا۔"

"تم تو اس انداز میں گفتگو کر رہی ہو جیسے وہ مر ہی گیا ہو۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

"نن۔ نہیں۔ اوہ۔ غلط نہ سمجھو۔ مطلب یہ کہ میں بھی اس کے لیے پریشان ہوں۔"

"وہ کبھی نہیں مر سکتا سمجھیں۔" مونیکا چیخ کر بولی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ہونٹ اس طرح کانپ رہے تھے جیسے شدید ترین غصے نے اعصاب پر برا اثر ڈالا ہو۔

"اوہ۔ میں نے کب کہا۔" ڈیزی کانپتی ہوئی اٹھی اور خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگی۔

"نہیں تم سب یہی سمجھتے ہو۔" مونیکا اسی انداز میں چیخی۔ "مگر میں کہتی ہوں۔ وہ کبھی نہیں مر سکتا۔ کبھی نہیں۔ وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔"

پھر وہ خاموش ہو گئی اور پہلے ہی کی طرح درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"کیا بات تھی؟" صفدر نے ڈیزی سے پوچھا جو اب اسی کے قریب کھڑی کانپ رہی تھی۔

"سب پر وحشت سوار ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "سب جنگلی ہو گئے اب یہ خواہ مخواہ کھانے کو دوڑی تھی۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھایا تھا کہ اس سے زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں وہ عام عورتوں سے بہت مختلف ہے۔ آخر بات کیا تھی؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے تمہارے ساتھی کا تذکرہ کیا تھا بس بگڑ گئی۔ جو کچھ کہا تھا سنا ہی ہے تم نے۔ خدا کی قسم میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مر ہی گیا ہوگا۔ عجیب عورت ہے۔"

صفدر نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔ ڈیزی پھر بولی "اسی لیے میں چاہتی تھی کہ راکٹ میرے ہی پاس رہے۔ دوسری صورت میں یہ ضرور تباہی لائے گا۔"

"ہاں۔ آں! دیکھو تم بہت تھک گئی ہو۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کچھ دیر آرام کریں گے

تم بھی سو جاؤ۔"

دفعتاً جوزف نے رونا شروع کر دیا۔ وہ پورا جگ ختم کر چکا تھا۔ غالباً یہ شب بیداری اور تھکن ہی تھی جس کی وجہ سے اسے اچھا خاصا نشہ ہو گیا تھا ورنہ بلا نوشی کرنے والے کا نشے سے کیا سروکار۔ رونے کا انداز اتنا بھونڈا تھا کہ جنگلی بھی ہنس پڑے تھے۔

"اب اسے کیا ہو گیا؟" لام نے مضحکانہ انداز میں صفدر سے پوچھا

"پوچھو! شاید تمہاری بات کا جواب دے ہی نکلے" صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"میں ہر ایک کی... بات کا جواب دے سکتا ہوں۔" جوزف بھوں بھوں روتا ہوا بولا "پوچھو! کیا پوچھنا ہے؟"

کچھ پوچھنے کی بجائے سبھی ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ مونیکا کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

"مجھے رونے دو۔" جوزف ہچکیاں لیتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں شاید یتیم ہو گیا ہوں... وہ میرا باپ تھا... وہ میرا باپ تھا۔"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔" مونیکا وحشیانہ انداز میں چیخی اور جھک کر ایک بڑا سا پتھر اٹھانے لگی۔

صفدر جھپٹ کر ان کے درمیان آ گیا اور بولا "کیا کر رہی ہو۔ وہ نشے میں ہے۔"

وہ سیدھی کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چیخی۔ "تو پھر میں بھی پاگل ہو گئی ہوں جب ہر اس آدمی کا سر کچل دوں گی جو اس کے متعلق بری بات سوچے گا۔ سمجھے۔ تم سب سن لو۔"

"ہاں ہاں۔ ٹھیک ہے کوئی نہیں سوچ سکتا۔" صفدر اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف لیجاتا ہوا بولا۔ "میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اسی فکر میں ہو گا کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائے۔ ساتھ رہ کر کچھ نہ کر سکتا۔"

سونیکا ٹھنڈی پڑ گئی۔ صفدر کافی دیر تک اسے سمجھاتا رہا۔ اس دوران میں جوزف بھی خاموش ہو گیا تھا۔ مگر یہ خاموشی صرف رونے ہی کی حد تک تھی۔ زبان تو اب بھی چل رہی تھی۔ وہ ڈیزی سے عمران کی باتیں کر رہا تھا۔

دن ڈھلے سفر دوبارہ شروع ہوا۔ جوزف صفدر کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اب اس کی ذہنی حالت اعتدال ہی پر تھی۔

دفعتاً صفدر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "جوزف تمہیں جنگلوں کا تجربہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ یہ کیسے جنگل ہیں۔ اتنا سفر طے کر چکے لیکن ابھی تک نہ کسی درندے کی آواز سنی اور نہ کسی سے مڈبھیڑ ہی ہوئی۔"

"تم نے بڑی اچھی بات سوچی مسٹر صفدر۔ ہاں یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ میں بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ جب میں نے ان سے پوچھا تھا کہنے لگے۔ یہ سب اسی دیوتا کی مہربانی ہے جو [illegible] میں رہتا ہے اس نے پہلے سے درندوں کو ختم کر دیا۔ اب ہم بے دھڑک جنگل کے تاریک ترین حصوں میں بھی گھس سکتے ہیں اور مسٹر صفدر! اس کی آواز سرگوشیوں میں تبدیل ہو گئی۔ "میں ان جنگلیوں کو بھی شبہے کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" صفدر نے پوچھا۔

"یہ تانجیریا ہی کے جنگلوں کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یہاں آ بسے ہیں؟" صفدر نے متفکرانہ انداز میں پوچھا۔

"یہ بھی درست ہے کہ ایسا ناممکن ہے۔" جوزف سر ہلا کر بولا۔ "عقل کام نہیں کرتی یسے میں بھی دیوتاؤں کا پجاری رہ چکا ہوں لیکن مجھے آج تک کوئی دیوتا نظر نہیں یا۔ لیکن یہ اپنے دیوتا کو دیکھتے بھی ہیں۔ پچھلی رات والا کھیل تو تمہیں یاد ہی ہو گا۔"

"ہاں! کیا وہی تھا ان کا دیوتا۔"

"نہیں اسے تو وہ دیوتا کا سپہ سالار کہتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ! یہ دیوتا ہے یا چنگیز خاں!"

"باس نے بڑی زبردست غلطی کی ہے۔ ہم بھوتوں کے جزیرے میں آ پھنسے ہیں مسٹر!"

"ہشت!" صفدر نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا تو بتاؤ۔ وہ سورج کیا تھا جس نے اندھیرے میں ہماری رہنمائی کی تھی۔ اسٹین گن تو اسی طرح بہک گئی تھی جیسے پچیسوں بوتلیں چڑھا لی ہوں۔ آخر ہماری گولیاں انہیں چھوڑ کر اس درخت کے تنے پر کیوں پڑتی رہی تھیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی کیا۔ وہ خود بھی ابھی تک ان چیزوں کے متعلق کوئی واضح رائے نہیں قائم کر سکا تھا اور پھر وہ پچھلی رات والا کفنی پوش۔

قافلہ بڑھتا رہا۔ اب وہ پھر نشیب میں اتر رہے تھے لیکن ڈھلان ایسی نہیں تھی کہ چلنے میں دشواری ہوتی۔ میلوں تک ہرا بھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔ بھورے رنگ کی چٹانوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ بعض جگہ گھریلو چوپایوں کے ریوڑ بھی چرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی میدان طے ہو گیا۔ اب پھر انہیں دشوار گزار جنگلوں کا سامنا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" حامد بڑبڑایا "کبھی ختم بھی ہوگا یہ سفر۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ صفدر جوزف سے کہہ رہا تھا "گایوں کے ریوڑ تو کئی جگہ دکھائی دیے تھے لیکن کوئی بستی نہ ملی۔"

"خدا رحم کرے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا "میرا خیال غلط نہیں ہے ہم بھوتوں کے جنگل میں آ پھنسے ہیں۔ کبھی گئے ہیں جب سے چاندنی راتوں میں تمہا پیچھے کبھی انڈا گر تو نہیں پڑتا تھا؟"

"کیا بکواس ہے ... کیا مطلب؟"

"آہ! مجھے آج بھی یاد ہے مسٹر صفدر۔ میں بچہ ہی تھا اس زمانے میں" جوزف گلوگیر آواز میں بولا "ایک رات میرے پیروں تلے انڈا ٹوٹ گیا تھا اور میری ماں نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ڈرتی رہی۔ مار کر روئی بھی اور کہا تھا کہ میں کبھی نہ کبھی بھوتوں کے چنگل میں ضرور پھنسوں گا"

"کاش تمہارے باس نے یہ گفتگو سنی ہوتی۔"

"ہائے باس!" جوزف نے سسکاری سی لی اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے چیخ چیخ کر کچھ کہنا شروع کر دیا۔ وہ جنگل میں داخل ہو چکے تھے۔ جوزف تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر خود بھی چیخ کر آواز میں کچھ بولا۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ اپنے سر جھکا لو" جوزف نے انگریزی میں کہا۔ اس کی آواز اتنی ہی بلند تھی کہ انگریزی سمجھنے والے نزدیک و دور یکساں طور پر سن سکیں۔

"اپنے سر جھکا لو! کیونکہ تم مقدس چٹان کی حدود میں داخل ہو رہے ہو!"

اور ظفر دبی زبان سے گالیاں بک رہا تھا۔

عمران کو ہوش آ گیا تھا لیکن وہ آنکھیں بند کیے ہی پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے پہلے اپنے سارے حواس مجتمع کر لینا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کس سچویشن کا سامنا ہو لہٰذا ذہن کو کم از کم اس قابل تو ہونا ہی چاہیئے کہ آنکھیں کھلتے ہی حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

کچھ دیر بعد اس نے خواہ مخواہ کراہ کر کروٹ لی اور آنکھیں کھول لیں۔ چاروں طرف ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ وہ غار ہی کے کسی حصے میں تھا۔ لیکن یہ روشنی.... یہ روشنی.... چراغ پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا!

ایک انسانی کھوپڑی تھی جس کی آنکھوں کے حلقے آگ کی لپٹیں اگل رہے تھے اسی لیے چاروں طرف بکھری ہوئی روشنی میں ہلکی سی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران نے محسوس کیا کہ اس کا چرمی تھیلا غائب ہے۔

یہ بہت برا ہوا۔ اس نے سوچا۔ ٹوپیکا کے کاغذات بھی اسی تھیلے میں تھے۔

پھر اس نے اپنی جیب ٹٹولی اور کسی قدر مطمئن نظر آنے لگا۔

اجنبی بھی قریب ہی اوندھا پڑا ہوا تھا۔ عمران دونوں ہاتھوں سے اپنا سر ٹٹولنے لگا۔ کئی جگہ ورم محسوس ہوا لیکن کھوپڑی بہرحال محفوظ تھی یہ بھی اتفاق ہی تھا ورنہ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ضربیں کھوپڑی پھاڑ ہی دینے والی تھیں۔

وہ کھسکتا ہوا اجنبی کے قریب پہنچا اور جھک کر دیکھنے لگا کہ وہ کس حال میں ہے۔

"اوہ! شاید ہمارا آخری وقت قریب ہے۔" اجنبی آہستہ سے بولا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"ذرا اٹھ کر بیٹھ جاؤ پیارے! تاکہ میں تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں۔" عمران کی آواز دردناک تھی۔

"وہ کھوپڑی دیکھ رہے ہو؟" اجنبی نے پوچھا

"میری کھوپڑی اس سے زیادہ روشن ہے یقین نہ آئے تو خود ٹٹول کر دیکھ لو! آہا! دیکھوں کہیں تمہاری کھوپڑی باغ و بہار بن کر نہ رہ گئی ہو"

"میرے سر میں کئی زخم ہیں۔"

"بہرحال دو کھوپڑیاں مل کر بہت کچھ کر سکتی ہیں۔"

اجنبی کراہ کر اٹھ بیٹھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "کیا اس کھوپڑی کو یہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے!"

"پہنچ سے باہر ہے۔ کافی بلندی پر رکھی ہوئی ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ دیکھو کر اس حصے میں پہلے کبھی آ چکے ہو یا نہیں؟"

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا، جگہ زیادہ کشادہ نہیں تھی اسے بھی "غار در غار" ہی کہا جا سکتا تھا۔ لیکن نکاسی کا راستہ کہیں بھی نہ دکھائی دیا۔

"پتہ نہیں تمہارا کیا حشر ہو۔" اجنبی بھرائی ہوئی آواز میں بولا "مجھے تو خیر مرنا ہی تھا۔ ویسے بھی زندگی سے تنگ آ چکا ہوں۔"

"میں نے پوچھا تھا اس حصے میں پہلے بھی کبھی آئے ہو؟"

"نہیں!" اجنبی نے کہا اور کھوپڑی کو گھورنے لگا۔

عمران اٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا تھا۔ دفعتاً بائیں جانب روشنی کی ایک پتلی سی لکیر نظر آئی جو غار میں پھیلی ہوئی روشنی سے مختلف تھی۔

قریب پہنچنے پر وہ ایک پتلی سی دراڑ ثابت ہوئی۔ روشنی دوسری طرف سے پھوٹ رہی تھی۔ لیکن یہ دراڑ بس اتنی ہی کشادہ تھی کہ اس سے دوسری جانب بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اجنبی بھی اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

"ادھر کیا ہے؟" اس نے پوچھا

"روشنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔" عمران نے جواب دیا

پھر وہ غالباً کسی قسم کی آواز ہی سن کر تیزی سے مڑا تھا۔

"اوہ!" اس نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے۔ سامنے ہی ایک کفن پوش کھڑا انہیں گھور رہا تھا اور اس کی پشت پر غار میں ایک اتنی کشادہ دراڑ نظر آ رہی تھی جس سے دو آدمی ایک ساتھ بہ آسانی گزر سکتے۔ اسے یقین تھا کہ اس نے ہوش آنے پر اس قسم کی کوئی دراڑ وہاں نہیں دیکھی تھی۔

اجنبی بھی اس نئے آنے والے کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا اس کی وضع قطع

عجیب تھا سر سے پیر تک ایسے لباس میں ملبوس تھا جس سے صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھامے تھا جس کے سرے پر ننھی ننھی نوکیلی برجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

"تمہیں وہ کاغذات کہاں سے ملے تھے؟" اس نے اچھی انگریزی میں مخاطب کیا

"بتاؤ!" عمران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا تو تم وہی ہو" عمران کا ساتھی سر ہلا کر بولا "جس نے ہمیں جھاڑیوں سے مخاطب کیا تھا۔ تم انگریزی بول سکتے ہو۔ مجھے کسی ایسے ہی بھوت کی تلاش تھی۔ تم ہمیں یہاں کیوں لائے ہو"

"نجات کا راستہ یہی ہے۔ میرے سوال کا جواب دو۔"

"جواب!" عمران کا ساتھی دانت پیس کر بولا "تم نے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ لیکن یہ ہاتھ اب بھی میرے قابو ہی میں ہیں۔"

یک بیک وہ کفن پوشوں کی طرف بڑھا اور کفن پوش نے گرز نما عصا اس طرح اس کی جانب اٹھایا جیسے اسی سے اس کو پیچھے دھکیل دے گا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سرے سے ابھری ہوئی برجیوں سے چنگاریوں کی پھوار سی نکل کر اس پر پڑی اور وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے کوٹ میں آگ لگ گئی تھی اور وہ اسے اتار پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے ٹھہرو ٹھہرو!" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا "ذرا مجھے سگرٹ تو سلگا لینے دو۔"

اس نے جیب سے ایک سگرٹ کیس نکالا تھا اور اسے کھول کر سگرٹ نکال رہا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہو؟" ساتھی اپنے کپڑے نوچتا ہوا چیخا "بچاؤ... مجھے بچاؤ! یہ کوٹ اتار دو!"

دفعتاً کفن پوش کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی اور وہ دراڑ میں الٹ گیا۔ پھر چند لمحے ہاتھ پیر پٹختا رہا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ عمران کا ساتھی کوٹ اتار کر پھینک چکا تھا

لیکن پھر وہ اپنی تکلیف بھی بھول گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں کیونکہ اس نے عمران کو کفن پوش کی ٹانگیں پکڑ کر غار میں کھینچتے دیکھا۔

کفن پوش کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور عمران اس کوشش میں تھا کہ اس کا سفید لباس خون آلود نہ ہونے پائے۔ بمشکل تمام وہ اس میں کامیاب ہو سکا۔

"یہ..... یہ..... کیسے ہوا؟" اس کا ساتھی ہکلایا۔

"نجات کا راستہ یہی ہے۔" عمران نے خوش ہو کر کہا "لیکن یہ میرے سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں رہ گیا۔"

سگریٹ اب بھی اس کے ہونٹوں میں دبی ہوئی تھی۔

"کیا تم نے فائر کیا تھا۔ مگر میں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی اور نہ تمہارے ہاتھ میں ریوالور ہی دیکھا تھا۔"

"پرواہ مت کرو۔ نقلی آنکھیں پڑھنے والوں کا کام تمام کر دیتی ہیں۔"

"یار تم عجیب آدمی ہو۔ آخر کیسے مار ڈالا اسے..... اف فوہ..... یہ گڑیا چیز......؟"

"خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا۔"

"کیوں؟"

"اسے مجھ پہ چھوڑ دو! ورنہ ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی مصیبت نازل ہو جائے!"

بستی میں یہ ان کا تیسرا دن تھا لیکن ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ یہاں لائے جانے کا مقصد کیا ہے۔

بستی بے شمار چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی ہر جھونپڑی کے سامنے دو تین گائیں ضرور نظر آتیں۔ اکثر جگہ بہت پرانی وضع کے چوبی ہل بھی دکھائی دیتے جن کا مطلب یہی تھا کہ باشندے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں لہٰذا اس کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ آدم خور ہرگز نہ ہوں گے

مرد عموماً ننگے بدن دکھائی دیتے لیکن عورتیں پورے جسم ڈھانپتی تھیں۔ صفدر محسوس کر رہا تھا کہ ان کے رکھ رکھاؤ میں بھی آدمیت ہی پائی جاتی ہے۔

انہیں اب تک کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی تھی البتہ جوزف کا معاملہ دوسرا تھا اس نے تو یہاں قدم رکھتے ہی جنگلیوں کی شان میں قصیدے پڑھنے شروع کر دیے تھے۔ کیونکہ انہوں نے شراب کے ذخیرے پر قبضہ کر کے اسے ضائع کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ مقدس چاپن کی حدود میں نشہ آور چیزیں ممنوع ہیں۔

بہرحال جوزف کی حالت ابتر تھی وہ کسی لاش ہی کی طرح بیکار ہو کر رہ گیا تھا۔ مونیکا کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار مستقل ہو کر رہ گئے تھے وٹنی گو اب پہلے کی طرح خوفزدہ نہیں تھی لیکن اس کی آنکھوں میں ہر وقت ویرانی سی نظر آتی۔

ام صبح سے شام تک بات بات پر گالیاں ہی بکتا رہتا جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے والے جنگلی اگر انگریزی سمجھتے ہوتے تو کب کا اسے نیزوں سے چھلنی

کمر ڈالا ہوتا۔

آج صبح ہی سے اس کے اور مونیکا کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا تھا کہ مونیکا اسے مارنے دوڑی تھی لیکن صفدر درمیان میں آ گیا تھا۔

بقیہ لوگ تو قطعی بےتعلق تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تقدیر پر شاکر ہو گئے ہوں۔ انہیں کسی سے بھی گلہ نہ ہو۔ خود ہی ذمہ دار ہوں ان مصائب کے۔ ہام کو دیکھتے وقت نہ تو ان کی آنکھوں میں نفرت ہوتی اور نہ غصہ۔ حتیٰ کہ مونیکا کے طعنے بھی گراں نہیں گزرتے تھے۔ وہ انہیں بزدل اور بھی کہتی لیکن وہ اس پر بھی جوش میں نہ آتے۔

مونیکا کا خیال تھا کہ انہیں لڑ مرنا چاہیئے۔ انجام خواہ کچھ ہو۔ وہ یہ بھی بھلا بیٹھی تھی کہ اس سفر کا مقصد کیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مقصد کی طرف صفدر کا دھیان بھی نہیں جاتا تھا۔ حالات ہی ایسے تھے۔

وہ ایک بہت بڑے اسمگلر کی تلاش میں نکلا تھا۔ لیکن بھلا اس کا ان جادوگروں سے کیا تعلق۔ پتہ نہیں یہ لوگ کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟

عمران کے متعلق وہ مونیکا کو تو تسلیاں دیتا رہتا تھا لیکن خود اسے یقین نہیں تھا کہ وہ زندہ ہی ہوگا۔ پھر مستقبل کے متعلق کچھ سوچنا ہی بیکار تھا۔

اگر ہام اور مونیکا کی جھڑپیں وقتاً فوقتاً چونکاتی نہ رہتیں تو وہ اتنا بھی نہ سوچ سکتا۔ جب بے بسی کا عالم ہو تو ذہن اونگھتے ہی رہنے میں زیادہ لذت محسوس کرتا ہے۔

اس وقت بھی دونوں لڑ پڑے تھے۔ ہام کہہ رہا تھا کہ یہ جنگلی آدمخور ہی کیا

کسی خاص تقریب کے موقع پر ان دونوں کے کباب بنائے جائیں گے۔ فی الحال تو مکئی کی روٹی کھلا کھلا کر انہیں فربہ کر رہے ہیں۔

"تم ذلیل ہو۔ بکواس بند کرو" مونیکا دہاڑی۔ "اگر وہ آدم خور ہیں تب بھی مجھے پرواہ نہیں۔ لیکن میں تمہارا جسم نیزوں سے چھلنی ہوتا دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ہام نے اس پر قہقہہ لگا کر اسے اور زیادہ تاؤ دلا دیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ہام کا یہ اذیت پسندانہ رجحان موجودہ بے بسی ہی کی پیداوار رہا ہو۔

"اسے منع کرو۔" مونیکا نے صفدر سے کہا "ورنہ میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

"تم خواہ مخواہ کیوں چڑتی ہو.... بکنے دو!"

"یہ احسان فراموش اور ذلیل ہے۔"

"مجھ پر کسی نے کوئی احسان نہیں کیا۔" ہام غصیلے لہجے میں بولا۔

"بتاؤں۔" مونیکا نے آنکھیں نکالیں۔

"بھئی اس سے کیا فائدہ؟ تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے۔" صفدر نے بیچ بچاؤ کرانا چاہا۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے ڈھول اور تاشوں کی آوازیں آئیں۔ اور جھونپڑی کے پہرے داروں نے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

صفدر جھپٹ کر جھونپڑی کے دروازے کے قریب آگیا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ افق میں رنگین لہریے پھوٹنے لگے تھے۔ پس منظر میں جنگلیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا جو ناچتا گاتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ قریب پہنچے۔ جھونپڑی کے گرد پھیل گئے۔ اور ان کا رقص پہلے ہی کی طرح جاری رہا۔ البتہ اب وہ گا نہیں رہے تھے۔

دفعتاً پہریداروں میں سے ایک نے انہیں کو مخاطب کرکے کچھ کہنا شروع کیا

جوزف زمین پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے۔

"سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" صفدر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔

"جہنم میں جائیں۔ کہہ رہے ہوں گے کچھ... میں مر رہا ہوں۔"

"تمہاری تکلیف کسی حد تک رفع ہو سکتی ہے۔"

"کیسے؟" جوزف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مگر پہلے تم اس کی بات سن کر مجھے بتاؤ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

جوزف چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا پھر کھسکتا ہوا دروازے کے قریب آیا تھوڑی دیر ان لڑکوں سے گفتگو کرتا رہا پھر صفدر سے بولا "وہ لوگ پارٹی کے لیڈر کو عبادت خانے میں لیجانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"مقدس پجاریوں کا حکم۔"

"ہم... مگر... لیڈر" صفدر نے مایوسانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ وہ سبھی جوزف کے قریب آ گئے تھے۔ صفدر کی نظریں ہام کے چہرے پر رک گئیں۔

"نہیں میری طرف نہ دیکھو۔" ہام نے ہاتھ ہلا کر زہریلے لہجے میں کہا "مجھ میں لیڈری کی صلاحیت نہیں ہے۔"

"تم نے اس کی طرف کیوں دیکھا تھا؟" مونیکا صفدر پر چڑھ دوڑی۔

"تم بھی چوڑیاں پہن کر بیٹھو۔ میں خود جاؤں گی۔"

"میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ ہام جیسے تجربہ کار آدمی پر سبقت لے جاؤں... ورنہ!"

"تم ہی جاؤ۔ کیونکہ تم ایک بہت بڑے دانشمند آدمی کے ساتھی ہو۔"

"ضرور جاؤ۔" ہام برا سا منہ بنا کر بولا "تم بھی بہت بڑے دانشمند بن جاؤ۔"

مونیکا پھر ہام کی طرف جھپٹی ہی تھی کہ صفدر نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "میری استدعا ہے کہ خود کو قابو میں رکھو۔ اسے بکنے دو۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہے۔"

"تاکہ احتیاط سے قبر میں پہنچ جائیں۔" ہام نے پاگلوں کے سے انداز میں قہقہہ لگایا "تم نے مجھ سے کیا کہا تھا مسٹر صفدر۔" جوزف نے ہنگے پیچھے چھوڑتے ہوئے ہانک لگائی۔

"ہاں ٹھہرو۔ میرے تھیلے میں رکھی فائیڈ اسپرٹ کی ایک بوتل موجود ہے۔"

"آہا۔ چلے گی۔" جوزف یک بیک اچھل پڑا۔ "لاؤ نکالو جلدی کرو۔ یہ باسٹرڈ جھوٹے ہیں۔ کہ یہاں نشہ آور چیزیں رکھنے کی اجازت نہیں ہے میں نے انہیں تاڑی پیتے دیکھا ہے۔ تاڑ کے درختوں پر ہانڈیاں لٹکی دیکھی ہیں۔ یہ سب فراڈ ہیں۔ ان سے کہو کہ میرے لیے تاڑی مہیا کردیا کریں۔"

کچھ دیر بعد صفدر ان کے ساتھ جانے کے لیے باہر نکلنے لگا لیکن دفعتاً ڈیزی راستہ روک کر بولی "تم نہ جاؤ۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

"اے لڑکی! ہٹو سامنے سے۔" مونیکا کسی کٹکھنی کتیا کی طرح غرائی۔

ڈیزی سہم کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اور صفدر نے مونیکا سے کہا "میں کہتا ہوں دماغ ٹھنڈا رکھو۔ تمہیں اس بیچاری کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"جاؤ۔ سب ٹھیک ہے۔" مونیکا نے کھردرے لہجے میں کہا

ڈیزی صفدر کے علاوہ اور کسی سے بات تک نہیں کرتی تھی۔ زیادہ تر یہی کوشش کرتی کہ اس سے قریب ہی رہے۔ وہ کہتی تھی کہ اس پوری بھیڑ میں اس کے علاوہ اور کسی میں بھی اسے انسانیت نہیں نظر آتی۔

صفدر باہر نکلا اور جوزف نے چیخ کر کچھ کہا۔ اور ناچنے گانے والوں کی اس کے گرد اکٹھا ہونے لگی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ ایک جانب چل پڑے۔ صفدر بیچ میں تھا اور وہ دو دو کی قطار میں اس کی دونوں جانب چل رہے تھے

سورج غروب ہو چکا تھا۔ افق میں رنگین لہریئے پہلے کی بہ نسبت زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔ بسیرا لینے والے پرندوں کے شور سے فضا گونج رہی تھی عجیب سا پراسرار ماحول تھا۔ بستی سے گزر کر اب وہ ایک پتھریلے راستے پر چل رہے تھے یہاں جھاڑیاں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ دشوار گزار تھا۔ اندھیرے میں تو ادھر سے گزرنا خودکشی ہی کے مترادف ہوتا

جنگلی صفدر کو درمیان میں لیے ہوئے ایک ہی قطار میں آ گئے تھے ابھی اتنا اندھیرا نہیں پھیلا تھا کہ وہ گڑھے اور کھائیاں نظر نہ آتیں جن سے قدم قدم پر سامنا ہو رہا تھا۔

یک بیک صفدر کو ایک بڑی سریلی سی آواز سنائی دی لیکن دور کی آواز تھی۔ نغمگی سے بھرپور نسوانی آواز۔ اور اتار چڑھاؤ سے وہ کوئی گیت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے گئے آواز قریب ہوتی گئی۔

پھر ایک مسطح جگہ پر پہنچ کر جنگلیوں نے اس کے گرد حلقہ بنا لیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر صفدر کو ایک بڑی سی عمارت کے آثار نظر آئے۔ اتنی دھندلاہٹ تو پھیل ہی گئی تھی کہ تھوڑے فاصلے سے بھی عمارت کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہوتا۔ آواز اسی عمارت سے اب بھی آ رہی تھی۔ وہ یقیناً کوئی گیت ہی تھا لیکن الفاظ صفدر کے لیے غیر مانوس تھے.... آواز.... آواز.... کیسی آواز تھی.... صفدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا وجود آواز کے ہر اتار کے ساتھ فضا میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ کتنی گھلاوٹ تھی کتنا رسیلا پن تھا۔

افق کے رنگین لہریئے سیاہی میں گھلتے جا رہے تھے۔ دفعتاً گیت ختم ہو گیا جنگلی بھی رک گئے اور ایسا معلوم ہوا جیسے زمین ہی گردش کرتے کرتے اچانک ساکن ہو گئی ہو۔

چند لمحے صرف جھینگروں کی جھائیں جھائیں فضا میں گونجتی رہی پھر ایک نسوانی آواز ابھری۔ "خوش آمدید۔ اے راستی سے بھٹکے ہوئے انسان.... اس معبد کے در و دیوار سے تجھے دوستی کی بو آئے گی۔ آ کہ تیرے گرد اندھیرے جال بُن رہے ہیں۔ آ کہ تاریکیاں تجھے ہڑپ کرنے کے لیے بڑھ رہی ہیں۔ آ کہ یہاں روشنی تیری منتظر ہے۔"

صفدر آگے بڑھا لیکن جنگلیوں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ البتہ انہوں نے اسے راستہ دینے کے لیے حلقہ توڑ دیا تھا۔ صفدر پوری قوت سے قدم رکھتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی قریب پہنچا ایک دروازے میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ اور وہ جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹ آیا۔ اس سے یہ فعل قطعی غیر ارادی طور پر سرزد ہوا تھا۔ اسے خوف کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ایک کھلا ہوا در تھا۔ اس میں دروازے کے پاٹ نہیں تھے مگر روشنی اب بھی موجود تھی۔ صفدر آگے بڑھا۔

اسے توقع تھی کہ اندر کوئی ایسا آدمی ضرور موجود ہوگا جو اس کی رہنمائی کر سکے لیکن وہاں تو سناٹا تھا۔ قریب و دور ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔

در و دیوار سے خوشبوؤں کی لپٹیں سی نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ دفعتاً پھر وہی گیت شروع ہو گیا جسے وہ دور سے ہی سنتا آیا تھا۔ مگر... اوہ... یہ گیت تو خوشبوؤں ہی کی طرح در و دیوار سے پھوٹ رہا تھا۔ صفدر کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ وہ جانتا نہیں تھا کہ اسے خود رفتگی ہی کہنا چاہیے۔ خوشبوؤں کی لپٹیں اور گیت کی لے اسے ان دیکھے جہانوں کی جھلکیاں دکھا رہی تھیں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود وہ بھی کسی بگولے کی طرح فضا میں اڑتا پھر رہا ہو۔ گیت کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہچکولے لیتا ہوا بیکراں پہنائیوں میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ اس کے حواس پر صرف تین چیزیں مسلط تھیں۔ مدھم سی روشنی... نغمگی... اور خوشبو... ان کے علاوہ اور کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔

اس کے قدم اٹھتے رہے۔ بس وہ کسی ایسے اندھے کی طرح چلا جا رہا تھا جس کے ہاتھ میں لاٹھی بھی نہ ہو۔

دفعتاً ایک کریہہ سی جھنکار نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جہاں تھا وہیں قدم رک گئے ہوش آیا... روشنی اب بھی پھیلی ہوئی تھی... خوشبوئیں اب بھی چکرانی پھر رہی تھیں... لیکن گیت شاید سکوت کے ویرانوں میں جا سویا تھا۔

اس نے جھرجھری سی لی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ سامنے ہی ایک اونچا سا اسٹیج نظر آیا۔ وسط میں فرش سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ کر فضا [illegible] کھاتی ہوئی تحلیل ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ آس پاس کوئی نظر بھی نہ آیا۔ وہ عورت کہاں تھی جس نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ کتنی شستہ انگریزی میں اسے مخاطب کیا تھا۔

یک بیک اس نے محسوس کیا کہ اسٹیج کے فرش سے پھوٹنے والی دھوئیں کی لکیر کا حجم آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے تین فٹ کے دائرے میں دھواں چکرانے لگا۔ فرش سے چھت تک لیکن کیا مجال کہ دھوئیں کی ایک باریک سی لکیر بھی اس محدود دائرے سے باہر نکلی ہو۔

کچھ دیر بعد صفدر نے محسوس کیا کہ دائرے کے وسط میں ایک تصویر سی ابھر رہی ہے آہستہ آہستہ اس کے خدوخال واضح ہوتے گئے اور پھر دفعتاً صفدر لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اس کی آنکھیں دھوکا نہیں دے سکتی تھیں اور اسے اپنی یادداشت پر پورا بھروسہ تھا۔ یہ سو فیصدی بوغا تھا لیکن دھوئیں کے مجسمے کے روپ میں۔ فرط حیرت سے اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ کیونکہ یہ مجسمہ حرکت بھی کر سکتا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تھا۔ ہونٹ ہلے تھے اور پھر صفدر نے بوغا کی آواز بھی صاف پہچانی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا

"دفینوں کی تلاش میں آئے ہو... مگر کس کام کے وہ دفینے جو تمہارا پیٹ بھی نہ

بھر سکیں۔ تمہاری کشتی تباہ ہو چکی ہے اس لیے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جاؤ... سونے اور چاندی کے ڈلے کھود نکالو۔ اور انہیں اس طرح چبا کر نگلو کہ وہ ہضم ہو کر جزو بدن ہو جائیں۔ کر سکو گے ایسا؟ نہیں تو بس ایڑیاں رگڑ کر مرنا پڑے گا یہاں تم ایک من سونے کے عوض ایک مٹھی مکئی یا ایک پیالہ دودھ بھی نہ حاصل کر سکو گے۔"

صفدر کے ہونٹ تنفر آمیز انداز میں سکڑ گئے۔ اور اس نے غصیلے لہجے میں کہا کیا تم میری آواز سن سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟"

"ہمیں یہاں اس طرح کیوں لایا گیا ہے؟"

"تاکہ تمہیں نجات کے راستے پر لگایا جا سکے۔ یہ سمجھایا جا سکے کہ اصل چیز محنت ہے دولت نہیں۔ محنت ہی یہاں تمہارا پیٹ بھر سکے گی۔ تمہارے لیے آسائشیں مہیا کر سکے۔ سونے چاندی کے ٹکڑوں کے بدلے تمہیں یہاں اناج نہیں مل سکے گا۔ مگر ٹھہرو۔ تم بہت دلیر معلوم ہوتے ہو کہ تمہیں کسی قسم کا سوال کرنے کا ہوش بھی رہا ورنہ یہاں تو لوگ عموماً غش کھا کر گر جاتے ہیں۔"

صفدر نے سوچا کہ شاید وہ ابھی پہچانا نہیں جا سکا۔ اس لیے بہتر ہے۔ کہ زیادہ باتیں نہ کی جائیں۔

"میں کمزور اعصاب کا آدمی نہیں ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"جو کچھ بھی ہو بہت خوب ہو۔ فائدے ہی فائدے میں رہو گے۔ اچھا جاؤ بائیں جانب جو دروازہ ہے اس سے گزر کر وہیں ٹھہرو۔ تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے۔"

لیکن صفدر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آہستہ آہستہ مجسمے کے خدوخال دھندلے پڑنے لگے اور ذرا ہی سی دیر میں وہاں صرف دھواں ہی چکراتا رہ گیا۔ پھر دھوئیں کا حجم بھی کم ہونے لگا۔ اور بالآخر وہی پتلی سی لکیر باقی رہ گئی۔

اب پھر پہلا ہی سا سکوت طاری تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر بائیں جانب والے دروازے کا رخ کیا۔ جیسے ہی وہ دروازے سے گزرا۔ کھٹاکے کی آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اوپر سے پتھر کی ایک سل پھسلتی ہوئی نیچے آ لگی تھی اور دروازہ بھی دیوار بن کر رہ گیا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی صفدر کو اس کمرے میں ایک ایسا منظر دکھائی دیا تھا جس نے دروازے سے الجھنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس کے سارے ساتھی وہاں موجود تھے لیکن کوئی بھی ہوش میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سب بے سدھ پڑے ہوئے تھے پہلی نظر میں تو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ مر چکے ہوں کچھ ہی دیر پہلے اس نے انہیں بستی کے ایک جھونپڑے میں چھوڑا تھا۔ آخر وہ وہاں کیسے آ پہنچے۔ ہو سکتا تھا کہ انہیں لانے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہو۔

یہاں اتنی تیز روشنی نہیں تھی کہ ہر گوشے میں اجالا ہوتا۔ یک بیک ایک تاریک گوشے سے ایک عورت آگے بڑھی وہ قدیم وضع کے سفید لبادے میں ملبوس تھی اور چہرہ بھی سفید ہی نقاب میں پوشیدہ تھا البتہ سنہرے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گرز نما عصا تھا جس کے سرے پر نوکیلی برجیاں سی ابھری ہوئی تھیں۔

”خوش آمدید“ اس کی مترنم آواز کمرے میں گونجی اور پھر صفدر نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کسی بات پر بوکھلا گئی ہو۔ اسی طرح لڑکھڑا کر پیچھے ہٹی تھی جیسے کوئی غیر متوقع چیز سامنے آ گئی ہو۔ نقاب سے اس کی آنکھیں گویا ابلی پڑ رہی تھیں پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئی جو فرش پر بیہوش پڑے ہوئے تھے دوسرے ہی لمحے میں صفدر نے اسے جھک جھک کر ہر ایک کا چہرہ دیکھتے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی خاص آدمی کی تلاش ہو۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھی کھڑی ہو کر صفدر کی طرف مڑی اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

طویل راہداری سے گزر کر وہ پھر ایک بڑے کمرے میں پہنچے عورت اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

اپنا عصا اٹھا کر بولی "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ابھی تمہارا دیوتا خود ہی بتا چکا ہے کہ ہم دفینوں کی تلاش میں آئے ہیں" صفدر مسکرایا۔

"میں نہیں تسلیم کر سکتی۔"

"تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمہارا دیوتا احمق ہے۔ بے پر کی اڑاتا ہے۔"

"دیوتا نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم اسی بہانے سے آئے ہو۔ لیکن میری روحانی قوت اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تم کسی دفینے کے لیے یہاں کا سفر اختیار کرو گے۔"

"نہ تسلیم کرے۔ اب تو آ ہی پھنسے ہیں۔"

"واپسی ناممکن ہوگی۔"

"مجھے علم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ ہماری کشتی یا تو واپس گئی ہوگی یا تباہ کر دی گئی ہوگی۔ میں بھی اب کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مقدس پجارن! لیکن تمہارا دیوتا میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا۔ "اب تمہارا دوسرا قدم کیا ہوگا؟"

"تمہارا لیڈر کہاں ہے؟"

"میں ہی لیڈر ہوں۔"

"اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔"

"تمہاری مرضی!"

ہوش میں رہو۔ میں تمہیں اسی جگہ فنا کر دینے کی بھی قوت رکھتی ہوں۔"

"اپنی روحانی قوت سے کہو کہ مجھے پہچاننے کی کوشش کرے۔ وہ تمہیں بتائے گی کہ میری نظروں میں نہ موت کی کوئی اہمیت ہے اور نہ زندگی کی۔"

"اچھی بات ہے.... تو سنبھلو!" اس نے اپنا عصا اٹھایا ہی تھا کہ پشت سے آواز آئی "ٹھہرو!"

عصا نیچے جھک گیا۔ صفدر بھی آواز کی جانب مڑا۔

اسے ایک دروازے میں وہی کفن پوش نظر آیا جسے وہ کچھ دن پہلے غار میں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی عصا دکھائی دیا جیسا پجارن کے پاس تھا۔

"تم نے بغیر اجازت یہاں داخل ہونے کی جرأت کیسے کی؟" پجارن قہر آلود لہجہ میں بولی

"مم.... میں.... دیوتا کا پجاری.... نہیں.... تھانیدار.... اوہ.... کیا کہتے ہیں سپہ سالار ہوں...." کفن پوش نے جواب دیا۔

"پاگل ہوا ہے.... دفع ہو جا یہاں سے.... وہ چیخی! "تو نے گستاخی کی ہے شاید.... اس کی سزا ملے گی تجھے۔"

"مجھے حق حاصل ہے کہ میں ہر ایک کو غلط اقدام سے باز رکھوں۔ تمہارا خیال غلط ہے کہ میں نشے میں ہوں۔ تم اسے فنا کرنے جا رہی تھیں۔ حالانکہ یہ دیوتا کی پالیسی کے خلاف ہے۔"

"تو مجھ سے بحث کر رہا ہے۔"

"دیوتا نے مجھے منتخب کر لیا ہے اس لیے میں چاند ستاروں سے بھی بحث کر سکتا ہوں تمہاری کیا حقیقت ہے.... اس وقت میری روحانی قوت خالص مکھن سے بھی زیادہ زوردار ثابت ہو سکتی ہے۔ پیاری نظر لیسیا مبین یا آت جو بیا...."

عورت بے ساختہ اچھل پڑی اور صفدر پر تو گویا بم گر پڑا تھا کیونکہ اس آواز نے

عمران کی آواز صاف پہچانی تھی۔ اس سے پہلے وہ آواز بنا کر بول رہا تھا۔

شاید ایک منٹ تک کسی کی زبان سے کچھ نہیں نکلا تھا۔ پھر نقاب پوش عورت بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔ "جاؤ چلے جاؤ یہاں سے۔ تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔"

"پیدائشی پاگل سمجھو۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بوغا کی لاش... یا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا تعلق تم لوگوں سے ہوگا۔"

"وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

"تمہارے ہاتھوں تو میں اتنی بار مرا ہوں کہ اب خود کو بھوت کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"دیوانے۔ سچ مچ تمہاری موت آئی ہے [illegible] تمہاری اس حرکت کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔ تم نے جس آدمی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے اس نے تمہارے قابو میں آنے سے قبل اسی عصا کے ذریعے اشارہ ضرور دیا ہوگا۔"

"پرواہ مت کرو۔ اب اس سفر کی تیاری کرنی ہے تمہیں جس کے لیے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ دیوتا کا سپہ سالار اس سفر میں تمہارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ تو تم مجھے.... مجبور کرو گے؟"

"پھر کیا تم اس سفر سے باز رہو گی؟"

"نہیں۔ یہ لوگ تو یقینی طور پر جائیں گے لیکن تم دونوں...." وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "نہیں میں اس بار تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کنفیوشس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی عورت کے ہاتھوں مرنے سے سرخاب کے پر لگ جاتے ہیں۔"

"بکو مت! چلو اسی کمرے میں جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں!"

"تھریسیا! ہوش میں آؤ۔ تم اس وقت میری قید میں ہو۔ فرار کے سارے راستے مسدود کر چکا ہوں۔"

"احمق نہ ہو۔ تم یہاں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بوغا کو تمہاری اس حرکت کا علم ہو گیا ہوگا۔ ابھی اس نے صفدر سے گفتگو کی تھی۔ میں اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس نے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ وہ صفدر کو پہچانتا ہے حالانکہ شاید [illegible] بھی پہچان لے۔ تم دونوں اس کے لیے ایک مستقل الجھن بن کر رہ گئے ہو۔ لانوشے ہی اس نے تم سے ایک کام لینا چاہا تھا۔ لیکن ناکامی کے بعد جھلا گیا ہے۔"

"مگر اس نے مجھے کیسے پہچانا ہوگا... وہ کہاں ہے؟"

"آج کل جزیرے ہی میں ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ملے گا۔"

"تم بھی نہیں جانتیں؟" عمران نے پوچھا

"ہرگز نہیں!"

"یہ تمہاری توہین ہے تھریسیا! میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ بوغا تم سے زیادہ اونچا مقام رکھتا ہوگا۔"

"شکریہ!" تھریسیا ہنس پڑی "لیکن تم میری انا کو ابھار کر مجھے بوغا کے خلاف نہیں اکسا سکو گے۔" وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔

"ٹھہرو! اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا" عمران نے گرز نما عصا اٹھا کر کہا لیکن تھریسیا ایک ہی جست میں پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی اور صفدر کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔

سمجھ ہی میں نہ آ سکا کہ ہوا کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ صرف ذہنی جھٹکا رہا ہو جو اسے اس طرح فرش پر لے آیا تھا۔ بس اس نے بجلی کڑکنے کی سی آواز سنی تھی اور اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے تھے۔ قدم لڑکھڑائے تھے اور وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

دفعتاً اس نے عمران کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی "سر آئزک نیوٹن کی ایسی کی تیسی" پھر تھریسیا کا قہقہہ سنائی دیا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھا ہی رہ گیا۔ عمران کو جو بھی اس حالت میں دیکھتا اسے سکتہ ہی ہو جاتا۔ وہ فضا میں معلق بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہا تھا اور اس کے سر پر چھت میں ایک روشن دائرہ تیزی سے گردش کر رہا تھا اس کی روشنی کمرے میں پہلے سے پائی جانے والی روشنی سے بالکل مختلف تھی اور اس کا فوکس بھی محدود تھا۔

"سر آئزک نیوٹن کو گالیاں دے رہے ہو تم؟" تھریسیا نے پھر قہقہہ لگایا
"کیوں نہ دوں کشش ثقل کا مسئلہ ہی خبط ہو کر رہ گیا ہے اور مجھے نہیں یاد آتا کہ اس سلسلے میں کنفیوشس نے کیا کہا تھا"
"کنفیوشس نے یہی کہا ہوگا کہ ہر معاملے میں کود پڑنا افیون کھا کر سو رہنے سے بھی بدتر ہے بس اب اسی طرح لٹکے رہو۔" تھریسیا نے کہا اور پھر صفدر کو گھورتی ہوئی بولی۔ "اگر تم آگے بڑھے تو خاک کا ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے"
وہ کچھ نہ بولا۔ یوں بھی وہ غیر محتاط اقدامات کا قائل نہیں تھا۔ چپ چاپ اسی طرح بیٹھا رہا۔

"اب اس چیز کی کیا وقعت رہ گئی ہے جس کے بل بوتے پر تم مجھے اپنا قیدی سمجھ رہے تھے۔" تھریسیا پھر عمران سے مخاطب ہوئی۔
"ہاں یہ بیکار ہو گیا ہے۔" عمران نے گرز نما عصا کو جنبش دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔
"صرف بیکار ہی نہیں ہو گیا بلکہ اسی کی وجہ سے تم اس مصیبت میں مبتلا ہوئے ہو۔"
"آہا! اب یاد آیا کہ کنفیوشس نے کیا کہا تھا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا
"کیا کہا تھا۔" تھریسیا نے مضحکانہ لہجے میں پوچھا
"یہی کہ اگر بیوی بدزبان ہو تو چھوڑ دو۔ گھوڑا بد لگام ہو تو چھوڑ دو!"

یہ کہہ کر اس نے عصا ہاتھ سے چھوڑ دیا پھر خود تو دھم سے فرش پر آ گرا۔ اور عصا چھت والے روشن دائرے سے جا چپکا

"سمجھدار ہو لیکن یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ میرے قریب آنے کا کیا انجام ہو گا۔ شاعری کرنے لگوں گا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

"اب بتاؤ! ان تینوں آدمیوں کا کیا حشر ہوا؟"

"ایک تو اب حشر ہی کا منتظر رہے گا اور بقیہ دونوں وہیں قید ہیں"

"تمہارا کیا حشر ہونا چاہیئے؟"

"بس ایک بار مسکرا کر دیکھ لو۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پھر کنفیوشس کچھ بھی کہا کرے مجھے پرواہ نہیں ہو گی"

"بکواس بند کرو۔" یک بیک تھریسیا غضب ناک ہو گئی۔ "اس بار میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"مگر ابھی تو یہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہی تھیں"

"کسی طرح عصا تم سے حاصل کرنا تھا سمجھے! کسی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جانا۔ تم جیسے نہ جانے کتنے خاک میں مل چکے ہیں۔"

"اسے سمجھاؤ! کہ میں نے اس کے فراق میں کتنی راتیں سو کر گذاری ہیں۔" عمران نے صفدر سے کہا۔ "اسے یقین دلاؤ کہ کتنی بار معشوقوں کا کھانا ایک ہی نشست میں کھا گیا ہوں۔"

"خاموش رہو۔ اور چپ چاپ دوسری طرف مڑ جاؤ! تم بھی اٹھو۔" اس نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

صفدر چپ چاپ اٹھ گیا وہ اس گرز نما عصا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن اس نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ عصا ہاتھ سے نکل جانے کے بعد سے عمران کے رویّہ میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے اب وہ نہ تو پہلے کی طرح چہک رہا تھا اور نہ ہی معلوم ہوتا

تھا کہ اب بھی تھریسیا کو قہقہوں میں اڑاتا رہے گا۔ وہ بھی خاموشی سے دوسری جانب مڑ گیا تھا۔

"اسی کمرے کی جانب چل پڑو جہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔" تھریسیا کا لہجہ بے حد تلخ تھا

"چلو بھائی!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی "کنفیوشس نے اس موقعہ کے لیے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہوگا۔ لیکن میری یادداشت پھر میرا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔"

وہ چلتے رہے۔ صفدر تھریسیا کے قدموں کی آواز بھی سن رہا تھا لیکن اس نے یا عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ صفدر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ لوغا یہاں موجود نہیں ہے مگر وہ خواہ کہیں بھی ہو انہیں اس کے سامنے ضرور پیش کیا جائے گا لہذا فی الحال اس کا امکان نہیں تھا کہ وہ اس سے پہلے ہی مار ڈالے جائیں۔

یک بیک اس نے کسی قسم کی بو محسوس کر کے نتھنے سکوڑے۔ عمران بھی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا تھا۔ صفدر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ سر چکرا گیا پھر اسے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اور عمران نے کتنی دیر تک اپنے نتھنے چٹکی سے دبائے رکھے تھے۔

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے سب سے پہلے مونیکا کی آواز سنی تھی غالباً وہ کسی پر برس رہی تھی اس نے اٹھنا چاہا لیکن جنبش بھی نہ کر سکا۔ سارے جسم میں چبھن سی محسوس ہو رہی تھی۔ ذہن ابھی پوری طرح صاف نہیں ہوا تھا لیکن اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ فضا میں تیر رہا ہو۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی تھی!

پھر آہستہ آہستہ اسے علم ہو سکا کہ اس کا سارا جسم رسیوں سے جکڑا ہوا ہے اور کروٹ بھی نہیں لے سکتا۔ سر پر بادلوں سے ڈھکا ہوا آسمان تھا اور وہ چت لیٹا ہوا اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے بادلوں کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

بہت سے قدموں کی آوازیں کانوں میں گونج رہی تھیں وہ سوچنے لگا کہ آخر اسے کیوں اس طرح لیجایا جا رہا تھا اس کے دوسرے ساتھی تو شاید اپنے پیروں سے ہی چل رہے تھے تو پھر عمران کی حالت بھی اس سے مختلف نہ ہوگی وہ بھی اسی طرح اسٹریچر میں جکڑ دیا گیا ہوگا اور دوسروں ہی کے کاندھوں پر اس کا بھی سفر جاری ہوگا۔ پھر اس نے جوزف کی آواز سنی جو شاید جنگلیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

صفدر صرف گردن گھما سکتا تھا اس کے ہاتھ بھی آزاد نہیں تھے یک بیک اس نے تھریسیا کی آواز سن کر گردن گھمائی وہ اسی لباس میں تھی جس میں پچھلی رات نظر آئی تھی۔ عصا ہاتھ میں تھا اور وہ کسی قدیم ملکہ ہی کی طرح سفر کر رہی تھی ایک زرنگار کرسی تھی جس کے پایوں سے دو لمبے لمبے بانس باندھے گئے تھے اور اس طرح اسے آٹھ جنگلی اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔

"کیا تم جاگ رہے ہو؟" تھریسیا نے صفدر سے پوچھا

"مجھے یہی سمجھنے دو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"ایسا خواب جو ابدی نیند پر ختم ہوگا۔"

"مگر مجھے اس طرح کیوں لیجایا جا رہا ہے؟"

"یہ مخصوص رعایت ہے... دوسرے پیدل ہی گھسٹ رہے ہیں۔"

یک بیک مونیکا بھی گرجنے لگی۔ "تم یقیناً یورپین ہو۔ لیکن ان جنگلیوں سے زیادہ وحشی معلوم ہوتی ہو۔ کیا تمہیں اس بے چاری لڑکی پر رحم نہیں آتا جس کے لیے دو قدم چلنا بھی مشکل ہے۔"

اب صفدر کو ڈیزی کا خیال آیا۔ یقیناً اس کی حالت ابتر ہوگی۔

"تم بھی کتنے رحمدل بھی ہوں گے۔" تھریسیا نے تلخ لہجے میں جواب دیا تھا "ان سے کہو کہ وہ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں۔"

"ان دونوں کو رسیوں سے کیوں جکڑ رکھا ہے۔ کیا وہ بھاگ جائیں گے؟"

"خاموش رہو۔ اب مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں ہر کس و ناکس سے گفتگو نہیں کرتی۔" تھریسیا نے کہا۔

صوفیکا بڑبڑاتی رہی لیکن اب تھریسیا پھر صفدر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"آخر یہ عورتیں کیوں آئی تھیں؟" اس نے ہنس کر پوچھا

"کیا عورتوں کو دیوتوں سے دلچسپی نہیں ہوتی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی کے ساتھ آئے ہوگے"

"خیال غلط نہیں ہے لیکن تمہارے انداز گفتگو سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے تم اس قسم کی پارٹیوں کی منتظر ہی رہتی ہو"

تھریسیا ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی "تمہارا خیال بھی غلط نہیں ہے ہم اس طرح کی پارٹیاں بلواتے رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمارے ایجنٹ آس پاس کے علاقوں میں دیوتوں کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ لہذا اس قسم کی پارٹیاں اکثر آتی رہتی ہیں۔"

"گویا دیوتے محض بکواس ہیں؟"

"اب تو بکواس ہی ہیں کیونکہ ہم بہت پہلے ان پر قبضہ کر چکے ہیں۔"

"مگر تم ان لوگوں کا کیا کرو گی؟"

"یہ ایک نئی قوم بنیں گے... زیرو لینڈ کے شہری کہلائیں گے۔"

"آہا! تو کیا... یہی جزائر... زیرو لینڈ کہلاتے ہیں؟"

"نہیں! یہ زیرو لینڈ کا صرف ایک معمولی سا حصہ ہے۔ زیرو لینڈ کا دارالحکومت کہاں ہے۔ شاید تمہارے فرشتے بھی وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔"

"مگر بوغا تم لوگوں سے کیسے جا ملا۔ وہ تو ایک اسمگلر تھا۔"

"وہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ رہا ہے۔ ہمارے وسائل کا تعلق بھی تمہاری ہی دنیا سے ہے اس لیے ہمیں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مختلف حلقوں سے زرمبادلہ کمانے کے لیے اسمگلنگ کو ذریعہ بنایا جاتا ہے لیکن وہ جو ہمارے آلہ کار ہیں انہیں صرف بین الاقوامی پیمانے پر ہونے والی اسمگلنگ ہی سمجھتے ہیں۔ انہیں اس کے اصل مقصد کا علم نہیں ہے۔"

"اور بوغا بھی انہیں لوگوں میں سے ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ تو اس تنظیم کا سربراہ ہے اور زیرو لینڈ کی ایک بہت بڑی شخصیت۔ البتہ اس کے تحت کام کرنے والے زیرو لینڈ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"تو ان جزیروں میں تم لوگ بستیاں بسا رہے ہو؟"

"عارضی بستیاں۔ یہاں زیرو لینڈ کے لیے کام ہوتا ہے۔"

"آہا سمجھا۔ تو اس طرح تم لوگ مہذب دنیا سے مزدور مہیا کرتے ہو۔"

"ٹھیک سمجھے! جنگلیوں سے مشینوں پر کام نہیں لیا جا سکتا۔ ان سے تو بس ایسے ہی کام لیے جاتے ہیں جیسا تم اس وقت دیکھ رہے ہو لیکن یہ بھی نہیں جانتے کہ یہاں آ پہنچنے والے مہذب آدمیوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہ اس بستی سے بھی واقف نہیں ہیں جہاں تم لیجائے جا رہے ہو۔ انہیں ایک مخصوص جگہ سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے گا۔"

"تو پھر میرا خیال ہے کہ محض انہیں قابو میں رکھنے کے لیے تم لوگوں نے یہ ڈھونگ پھیلایا ہے... تم پجاری ہو... اور وہ دیوتا...!"

"نہ صرف انھیں قابو میں رکھنے کے لیے بلکہ مہذب دنیا کے آدمیوں کو بھی مرعوب کیے رکھ کے لیے! تاکہ وہ کبھی ہمارے خلاف سازش کا خیال بھی دل میں نہ لا سکیں۔ کیا تم بھی اس وقت بوکھلا نہ گئے ہو گے جب تمہاری گولیاں حیرت انگیز طور پر ضائع ہو گئی ہوں گی مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم لوگوں نے ٹامی گنوں سے جنگلیوں پر گولیاں برسائی تھیں۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں بوکھلا گیا تھا لیکن جانتی ہو عمران اس وقت کیا کر رہا تھا؟"

"کیا کر رہا تھا؟"

"ماؤتھ آرگن بجا رہا تھا۔"

"مگر اب اس وقت کیوں خاموش ہیں یہ حضرت؟ میں الجھن میں ہوں۔"

"کیا ہوش میں ہے؟"

"پوری طرح! لیکن مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی نئی چال سوجھ گئی ہو۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ وہ یک بیک اس طرح ظاہر ہو گیا ورنہ بعد میں شاید مجھے خودکشی ہی کرنی پڑتی۔"

"شاید اپنی اس حماقت پر وہ زندگی بھر افسوس کرتا رہے۔"

"اسے حماقت نہ کہو۔ اگر تمہاری زندگی خطرے میں نہ ہوتی تو وہ ک [illegible] یا قدم نہ اٹھاتا۔"

"تو کیا واقعی تم مجھے مار ڈالتیں؟" صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

لیکن تھریسیا اس سوال پر خاموش ہی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد صفدر نے پوچھا۔ "لیکن وہ پچھلی رات معلق کیسے ہو گیا تھا۔ وہ روشنی کیسی تھی؟"

"وہ روشنی..... ابھی تجرباتی دور میں ہے لیکن ایک دن ہم اسی کے ذریعہ چاند تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عمران محض اس عصا کی وجہ سے معلق ہوا تھا کہ شعاع اس پر نہیں بلکہ براہ راست عصا پر اثر انداز ہوئی تھی چونکہ اس نے اسے پکڑ رکھا تھا اس لیے وہ بھی اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔"

"لیکن معلق کیسے ہو گیا تھا۔ اگر اس روشن دائرے کی قوتِ کشش زمین کی قوتِ کشش پر غالب آ گئی تھی تو عمران کو بھی اسی سے جا چپکنا تھا۔ اگر وہ عصا اس کو اس حد تک اوپر لیجا سکتا تھا کہ اس کے پیروں میں چھ فٹ رہیں تو درمیان ہی میں علیحدہ ہو جانے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟"

"شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ ایک عصا میرے ہاتھ میں بھی تھا اس سے نکلنے والی برقی رو عمران کو نیچے کھینچ رہی تھی۔ پھر وہ معلق کیوں نہ ہو جاتا۔ مقصد اسے نہتا کرنا تھا۔ اگر میرے عصا سے بھی برقی رو خارج نہ ہو رہی ہوتی تو اس کا عصا اسے اوپر ہی لیے چلا جاتا۔"

"تمہارا عصا بھی کیوں نہیں کھنچا تھا؟"

"اگر وہ اس کے قبضے میں ہوتا تو یقینی طور پر اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ یہ عصا زیرو لینڈ کے سائنس دانوں کی حقیر سی ایجاد ہے ہماری دنیا کی سب سے زیادہ حیرت کن ایجادات بے چاری ہے ایک ننھی سی لاٹھی بیٹری کی اس سے ہزار طرح کے کام لے سکتی ہے اور اسے صرف وہی روشنی ..... اوہ مگر میں تمہیں یہ سب کیوں بتا رہی ہوں۔"

"نہ بتاؤ۔ لیکن میں ان آدم خوروں کے متعلق ضرور پوچھوں گا جو صرف عورتوں کا گوشت کھاتے ہیں۔"

"اور تم لوگ ان آدم خوروں سے بھی زیادہ خطرناک ہو جو ان بے چاریوں کو ان کی بھینٹ چڑھانے کے لیے ساتھ لائے ہو۔" "وہ آدم خور نہیں ہیں۔ ایسی خطرناک مہمات میں عورتیں حصہ نہیں لیتیں اس لیے یہ تدبیر کی گئی ہے۔ آخر بستی کے لیے عورتوں کی بھی تو ضرورت ہے۔ اکثر لوگ یہاں آئے اور ان آدم خوروں نے ہماری اسکیم کے مطابق انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا اور وہ واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ آئے اور کسی نہ کسی طرح چند عورتیں بھی ساتھ لائے اور اب تو ہر پارٹی کے ساتھ دو چار عورتیں ضرور رہتی ہیں تاکہ انہیں آدم خوروں کے حوالے کر کے دفینوں کے صحیح مقامات معلوم کیے جا سکیں لیکن وہ آدم خور انہیں دوڑاتے ہوئے ٹھیک اسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں سے تم لوگوں نے یہاں کے لیے سفر شروع کیا تھا مگر یہ بتاؤ کہ تم دونوں

نے ادھر کا رخ کیوں کیا تھا؟"

دفعتاً عمران نے ہانک لگائی "صفدر! میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے اس لیے ماؤتھ آرگن بجانا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کم از کم میرا ایک ہاتھ تو آزاد ہی کر دیں۔"

مونیکا جھپٹ کر اس کے پاس پہنچی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخنے لگی "کھولو! اسے کھول دو! سنگدل عورت!"

"ہٹو... ہٹ جاؤ... اس کے قریب سے۔" تھریسیا غرائی۔ پھر اس نے جنگلیوں سے کچھ کہا اور وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پیچھے لے گئے۔

"یہ کون ہے اور خصوصیت سے عمران ہی کے گرد کیوں ناچتی رہتی ہے پتہ نہیں، کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہوں۔" تھریسیا نے صفدر سے کہا "مگر یہ جولیانا فٹز واٹر تو نہیں ہو سکتی۔"

"میں نہیں جانتا کون ہے۔" صفدر کا مختصر سا جواب تھا اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ عمران اسے خاموش ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

"اسے سمجھاؤ کہ اس سے دور ہی رہے ورنہ" تھریسیا نے جملہ پورا نہیں کیا مونیکا اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم نہتے لوگ تمہارا کیا بگاڑ لیں گے جو اس طرح لیے جا رہے ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"جو نہتے لوگ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے وہ اپنے پیروں ہی سے چل رہے ہیں ہاں آں کسی حد تک یہ بھی ممکن ہے کہ تم آزاد کر دیئے جاؤ لیکن وہ قطعی ناممکن ہے۔"

"تھریسیا کیا تمہیں شکرال کی مہم یاد نہیں۔ کیا ہم نے تمہیں اپنا قیدی بنایا تھا؟"

"مجھے آج تک افسوس ہے اپنی حماقت پر کہ میں نے عمران کو قتل کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

"میں سن رہا ہوں۔" عمران نے ہانک لگائی اس کا اسٹریچر بھی قریب ہی تھا۔ اب

قتل کر دو۔ وہاں لے جا کر کیا کرو گی؟"

"اس سے کہو خاموش رہے۔" تھریسیا نے غصیلی آواز میں کہا

"اچھا۔ ایک بات بتاؤ۔" صفدر نے آہستہ سے پوچھا "کیا تم اسے مرتے دیکھ سکو گی؟"

"خاموش رہو!" تھریسیا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

دوپہر کو ایک جگہ انہوں نے قیام کیا تھریسیا کی زرنگار کرسی ایک اونچی جگہ رکھ دی گئی تھی۔ بام اور اس کے ساتھیوں کو چاول اور خشک مچھلیاں دی گئیں۔

کھانے کی تیاری میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا۔ صفدر اور عمران اب بھی اسٹریچروں ہی میں جکڑے پڑے تھے۔ کھانے کے لیے بھی انہیں اٹھنے کی اجازت نہ ملی۔ تھریسیا کا حکم تھا کہ کوئی انہیں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے کھلا دے۔ مونیکا اور ڈیزی اٹھی تھیں۔ ڈیزی صفدر کے پاس رک گئی۔

مونیکا عمران پر جھکتی ہوئی بولی تھی "بتاؤ۔ میں کیا کروں تمہارے لیے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا جسم نیزوں سے چھد کر رہ جائے گا۔ مگر اس کے بعد کیا ہوگا..... آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"تم انہیں کیا سمجھتی ہو؟"

"سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہ بوغا ہی کی طاقت ہے۔"

"نہیں!" مونیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یقین کرو میں نے بھی اس کے متعلق غلط اندازہ لگایا تھا۔"

"کیا تم اس عورت کو پہلے سے جانتے تھے؟"

"بوغا کے بہتیرے ساتھی میرے جانے پہچانے ہیں۔"

"مگر مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ عورت تمہارے ساتھ کسی قسم کی لاگ رکھتی ہو۔"

"میں تو نہیں سونگھ سکا۔ تمہاری ناک تیز معلوم ہوتی ہے اسے تم بھی کیوں نہ کھلاؤ نا مجھے! آخری وقت چاول اور مچھلی ہی نصیب ہوتا تھا۔"

دفعتاً ظفرلیا جھلائے ہوئے لہجے میں چیخی۔ "اے عورت... تم ہٹو۔ کمبخت وہ کھلائے گا اسے!"

"کیوں؟" مونیکا پلٹ کر غرائی۔

"بکواس مت کرو۔ یہ حکم ہے۔"

"ہٹ جاؤ مونیکا۔ ورنہ وہ تمہیں خاک کا ڈھیر بنا دے گی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"آخر یہ مجھے عمران سے تمہارے قریب کیوں نہیں جانے دیتی۔ مجھے بتاؤ کیا [illegible]"

"اسی سے پوچھو۔ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"تم نہیں سمجھیں ابھی!" [illegible] نے پھر اسے للکارا۔

مونیکا جھلاہٹ میں مڑی اور قریب ہی سے ایک پتھر اٹھا کر اس پر کھینچ مارا۔ ظفرلیا بھی شاید غافل نہیں تھی اس نے بڑی پھرتی سے اپنا عصا اٹھایا تھا۔ پتھر آدھے ہی راستے سے پلٹ کر مونیکا کے سر پر پڑا۔ اور وہ چیخ مار کر الٹ گئی۔ اور بس ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس پتھر نے قطعی طور پر اس کا کام تمام کر دیا ہو۔

کس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ مونیکا کے قریب جاتا۔ مونیکا اٹھی۔ لیکن کھڑی نہ ہو سکی گھٹنوں کے بل بیٹھی آنکھیں پھاڑتی رہی۔ پیشانی سے بہتے ہوئے خون سے پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"میں تمہیں اس دیوانگی کی سزا ضرور دوں گا۔" دفعتاً صفدر نے عمران کی آواز سنی۔

مگر یہ احمق عمران کی حماقتوں سے بھرپور آواز نہیں تھی یہ تو اس خوفناک روح کی آواز تھی جو اکثر عمران کے جسم میں حلول کر جاتی تھی۔

اس کے جسم سے لپٹی ہوئی رسی کے کئی بل تڑاتڑ ٹوٹے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کئی جنگلی تیزی سے [illegible] کر اس کی طرف جھپٹے لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی عمران نے

اسٹریچر کی ایک پٹی کھینچ لی تھی۔ وہ بھلا اس پٹی کو کب خاطر میں لاتے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں تو نیزے تھے انھوں نے اس پر بھرپور چھلانگیں لگائی تھیں۔ عمران کی جگہ اور کوئی ہوتا تو بیک وقت تین نیزے اسے چھید کر رکھ دیتے۔ لیکن دو نیزے تو زمین پر پڑے تھے اور ایک اٹھا ہی رہ گیا تھا۔ وہ اس لیے اٹھا رہ گیا تھا کہ اسے استعمال کرنے والے کی کھوپڑی ڈانواں ڈول ہو گئی تھی اور وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ آگے گرے یا پیچھے!

وہ دونوں دوبارہ سنبھلے اور پھر چاروں طرف سے عمران پر یلغار ہو گئی لیکن وہ اس سے پہلے ہی اتنا الجھ گیا تھا کہ اس کے ساتھی اس یلغار سے متاثر نہ ہو سکیں۔ جوزف نے بھی بڑی پھرتی دکھائی تھی اگر وہ صفدر کا اسٹریچر دوسری طرف نہ گھسیٹ لے جاتا تو وہ [illegible] گیا ہوتا۔

عمران جنگلیوں میں گھرا ہوا بلے سے [illegible] رہا تھا کیا مجال کہ جسم پر ذرا سی خراش بھی آئی ہو۔ سارے نیزے اسٹریچر کی پٹی ہی سے ٹکراتے تھے۔ دو منٹ کے اندر ہی اندر کئی زخمی بھی ہو گئے تھے جس کے سر پر پٹی پڑ جاتی دوبارہ نہ اٹھ پاتا۔

خضر لیبیا بوکھلاہٹ میں کرسی پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے شاید اس کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا کہ عمران کے دوسرے ساتھی جو آزاد ہیں کسی وقت بھی اس پر یلغار کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسے صفدر کی آزادی کی خبر نہ ہو سکی۔ جوزف نے چپ چاپ اسے کھول دیا تھا۔

صفدر لیٹے ہی لیٹے قریب کی جھاڑیوں میں رینگ گیا وہ اس چٹان کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا جس پر خضر لیبیا کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔

ٹام اور اس کے ساتھیوں سے اس کی توقع فضول تھی کہ وہ کسی قسم کی مدد کریں گے۔ کیونکہ انہیں تو یقین ہو چکا تھا کہ وہ کسی شیطانی قوت کے زیر اثر آگئے ہیں

اس وقت بھی ہام اپنے بال نوچ نوچ کر کہہ رہا تھا۔

"یہ کیا کیا.... اس پاگل آدمی نے۔ کیا اس نے مونیکا کو زخمی ہوتے نہیں دیکھا تھا کیا وہ کسی آدمی کی قوت تھی جس نے پھینکے ہوئے پتھر کا رخ موڑ دیا تھا۔ یہ سعد کا بچہ سب کی تباہی کا باعث بنے گا۔"

مونیکا ایک طرف بیہوش پڑی تھی۔

جوزف جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ خالی اسٹریچر پر تھریسیا کی نظر پڑنے پائے اس نے تو کوشش کی تھی کہ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی صفدر کی جگہ بیٹھ جائے۔ لیکن سبھوں نے کٹکھنے کتوں کی طرح دانت نکال کر اسے گالیاں دی تھیں کوئی اور موقعہ ہوتا تو جوزف ان کے سر توڑ دینے کی کوشش کرتا لیکن اس وقت وہ اپنا دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہتا تھا۔

عمران کے ہاتھ ابھی تک سست نہیں ہوئے تھے دفعتاً جوزف نے تھریسیا کی چیخ سنی اور قلانچیں بھرتا ہوا اس کی جانب دوڑا۔ عصا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ صفدر سے گتھی ہوئی تھی جوزف نے عصا پر قبضہ کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔

اب جنگلی عمران کو چھوڑ کر صفدر کی طرف جھپٹے اور عمران نے چیخ کر کہا "جوزف دستے میں لگا ہوا سرخ بٹن دباؤ۔"

جوزف کے حواس بحال ہی تھے اس لیے اس سے کسی قسم کی بوکھلاہٹ سرزد نہ ہوئی اور پھر وہ تو جنگ و جدل کا موقع تھا ایسے مواقع ہی پر وہ پوری طرح بیدار نظر آتا تھا۔

سرخ بٹن دبتے ہی نوکیلی برنجیوں سے چنگاریوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی جنگلی ٹھٹھکے اور پھر خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگے اتنی دیر میں عمران ان سے کتراتا ہوا جوزف کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے عصا لیا اور پھر جنگلیوں کی طرف دوڑ پڑا۔ عصا سے چنگاریاں اب بھی چھوٹ رہی تھیں جنگلیوں کے پاؤں اکھڑ گئے شاید وہ عصا ہی ان کا دم

نکال لینے کے لیے کافی تھا۔ وہ بے تحاشہ ایک جانب بھاگتے چلے جا رہے تھے جب نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ تھریسیا کی طرف بڑھا جو اب بھی صفدر سے الجھی ہوئی تھی۔

"اب اگر ہٹیں ہوا میں تم پر بھی چنگاریاں برساؤں" عمران نے کہا "تم بھی اسے چھوڑ دو صفدر!"

صفدر نے اسے چھوڑ دیا لیکن تھریسیا پر تو شاید دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ اسے بری طرح نوچ کھسوٹ رہی تھی۔

آخر صفدر نے جھلا کر اسے دھکا دیا اور وہ چٹان کے نیچے لڑھک گئی۔

"خبردار!" عمران نے للکارا "اب پتھر چلانا مت شروع کر دینا ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔"

لیکن وہ بھی شاید جنگلیوں کی طرح کسی جانب بھاگ نکلنے کی فکر میں تھی۔ عمران تاڑ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں اس نے چٹان کے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"بہت مشکل ہے تھریسیا۔ اب تم مشکل ہی سے مجھے دھوکا دے سکو گی۔" اس نے کہا "بہتری اسی میں ہے کہ مجھے بیرعا تک پہنچا دو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی رہی۔ اتنے میں صفدر بھی نیچے پہنچ گیا۔

"اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو۔" عمران نے اس سے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔" تھریسیا اپنا نقاب الٹتی ہوئی بولی۔

"ہا۔ آ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں ٹھنڈی سانس لی اور بولا "اب تو واقعی نہیں ہو سکتا مگر صرف مجھ سے۔ بہتر یہی ہے کہ چپ چاپ ہاتھ بندھوا لو۔"

"اور تم نے یہ سب کچھ اس عورت کے لیے کیا ہے کیوں؟" تھریسیا آنکھیں نکال کر بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ صفدر آگے بڑھ کر تھریسیا کے ہاتھ باندھنے لگا تھا۔

"اچھی بات ہے" تھریسیا دانت پیس کر بولی "میں دیکھوں گی کہ تم کدھر جاتے ہو۔ مجھ سے

توقع نہ رکھو کہ میں بوغا تک تمہاری رہنمائی کروں گی۔"

"جہنم میں گیا بوغا۔" عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔ "اب عقل آگئی ہو۔ یہاں سے سیدھے سوئٹزرلینڈ چلیں گے وہاں ایک چھوٹا سا بنگلہ بنا کر میں انڈے دیا کروں گا اور تم سیا کرنا۔"

"بڑے ظالم ہو۔" تھریسیا کی ہنسی میں بے بسی شامل تھی۔

"فکر مت کرو۔ تمہیں اسی شان سے لے چلیں گے۔ اسی کرسی پر بیٹھو۔ چار رسے آدمی تمہیں اٹھائیں گے۔ لیکن عصا میں اپنی دُم میں لٹکاؤں گا تاکہ ٹنگا پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں۔"

"اوہ ٹھہرو! تم زخمی تو نہیں ہوئے۔" تھریسیا نے پوچھا "ان کے نیزے بڑے زہریلے ہوتے ہیں۔"

"مرنے دو۔ تمہیں کیوں فکر ہے۔ جلدی کرو... چلو!"

تھریسیا ہنسنے لگی۔ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر اس نے ہنستے ہی ہنستے کہا۔

"مذاق سمجھے ہو۔ مجھ پر اس طرح ہاتھ ڈال دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ بھاگ گئے ہوں گے۔ جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر نیزے پھینکیں گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔"

"تب پھر دوسری تدبیر بھی ہو جائے گی۔"

"میں بھی تو سنوں۔" تھریسیا نے زہرخند کے ساتھ کہا۔

"ڈیزی تمہارے کپڑے پہنے گی اور تم ڈیزی کے... میں اور صفدر پھر اسٹریچر پر لیٹ جائیں گے۔ انہوں نے تمہاری شکل کبھی نہ دیکھی ہوگی اس لیے ظاہر ہے، کہ تمہاری طرف توجہ تک نہ دیں گے۔ ڈیزی کے چہرے پر نقاب ہوگا اور ہاتھ میں عصا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" تھریسیا پھر چیخ پڑی۔

"یہی ہوگا۔ اور تمہارے حلق میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے پٹی باندھ دی جائے گی تاکہ تم انہیں ان کی زبان میں مخاطب کر کے کچھ کہہ نہ سکو!"

"اچھی بات ہے دیکھنا کیا حشر ہوتا ہے تمہارا!"

"وہ جھاڑیوں سے چھپ کر دیکھیں گے اور اسے بھی مقدس پجارن کا پُراسرار قوتوں کا کرشمہ سمجھیں گے۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ نعرے لگاتے ہوئے باہر آئیں اور جلوس میں شریک ہو جائیں... کیا خیال ہے؟"

تھریسیا سر جھکائے کھڑی اپنا نچلا ہونٹ چباتی رہی۔

مونیکا نے ڈیزی کے کپڑے تھریسیا کو پہنائے تھے اور ڈیزی مقدس پجارن بن گئی تھی لیکن وہ تھریسیا کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ہونٹوں پر پٹی نہ باندھ سکی۔

تھریسیا نے بلند آواز میں قسم کھائی تھی کہ وہ مونیکا کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ وہ عمران کو بھی برا بھلا کہتی رہی تھی اور عمران نے صفدر سے کہا تھا "ذرا دیکھنا میرے کان پر جوں تو نہیں رینگ رہی۔"

صفدر بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا "یہ طریق کار مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ تھریسیا یہیں کسی اندھے کنوئیں ہی میں جا گرائے گی۔"

"وہ نہ گرائے تب بھی اندھا کنواں تو ہر قدم پر موجود ہے۔"

"کیوں نہ ہم یہیں ٹھہریں!"

"اور ممی ڈیڈی کی آمد کے منتظر رہیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور صفدر برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

مونیکا تھریسیا سے بہت بری طرح پیش آئی لیکن عمران نے اسے سختی سے تنبیہ کی

تھی۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر تھریسیا کو موقع مل گیا تو دنیا خاک ہی میں مل جائے گی۔ اس نے اسے قسم کھاتے سنا تھا۔ ہام کے ساتھی شاید اس زرنگار کرسی میں ہاتھ بھی نہ لگاتے لیکن وہ عمران سے بھی خائف تھے خود ہام کا یہ عالم تھا کہ اب وہ اس سے آنکھ ملا کر گفتگو کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال چار آدمیوں نے مقدس پجارن کی کرسی کاندھوں پر اٹھائی اور جلوس حرکت میں آگیا۔ لیکن عمران کی اسکیم کے مطابق نہ تو تھریسیا کا منہ بند کیا جا سکا تھا اور نہ صفدر اس پر تیار ہوا تھا کہ انہیں دوبارہ اسٹریچر ملنے پر جکڑ دیا جائے۔

تھریسیا کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے لیکن وہ اس طرح چل رہی تھی جیسے اپنی خوشی سے ہاتھ بندھوائے ہوں۔ پیشانی پر شکن تک نہیں تھی۔ اور چہرے پر نظر آنے والی تازگی کا کیا پوچھنا۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی مسرور و شاداں محفل سے اٹھی ہو۔ راستے کے بارے میں عمران نے بھی ذرہ برابر تشویش نہیں ظاہر کی تھی۔ بس ناک کی سیدھ ہی میں چل پڑا تھا۔ صفدر ایک بار پھر الجھن میں پڑ گیا تھا۔ لیکن اس نے عمران سے پوچھا نہیں کہ اس اندھا دھند سفر کا انجام کیا ہوگا۔ ضروری نہیں تھا کہ تھریسیا کی منزل بھی اسی جانب ہوتی جدھر اب ان کے قدم اٹھ رہے تھے۔

جوزف تھریسیا کے پیچھے چل رہا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا کچھ ہی دیر پہلے اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ تھریسیا کی طرف سے مطمئن ہے اگر اس نے جنگلیوں کو دیکھ کر ان سے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ اس طرح اس کی پشت پر نیزہ مارے گا کہ انی دوسری طرف نکل جائے گی۔ کبھی کبھی وہ بڑبڑانے لگتا۔ تھریسیا کو برا بھلا کہتا مگر اس لیے نہیں کہ وہ انہیں جہنم میں لیجا رہی تھی بلکہ اس کی وجہ تھریسیا کا وہ حکم تھا جس کے تحت اس کی حدود میں شراب نہیں داخل ہونے پاتی تھی وہ کہہ رہا تھا "میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم اسی دنیا کی مخلوق ہو ورنہ چڑیلیں اتنی واہیات نہیں ہوتیں کہ شراب نہ پینے دیں اگر مجھے آج صبح شیلا کی مدد مل جاتی تو میں تو قبر ہی میں پہنچ جاتا۔"

تھریسیا نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر افسوس ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر اس کے لیے اعلیٰ قسم کی شراب مہیا کرے گی۔ جوزف موج میں آگیا اور تھریسیا اس سے مونیکا کے متعلق پوچھنے لگی۔ سوال کچھ اسی انداز کا تھا کہ جواب اس کا اور عمران کا تعلق ظاہر کر دیتے۔

”ارے وہ!“ جوزف نے برا سا منہ بنا کر کہا ”وہ بھی انہیں عورتوں میں سے ہے جو پاگل باس پہ عاشق ہو کر اپنی حالت تباہ کر لیتی ہیں۔“

”وہ خود اس میں دلچسپی نہیں لیتا؟“ تھریسیا نے پوچھا

”باس.... اور کسی عورت میں دلچسپی لے گا۔ ہاہا.... میں نے سنا ہے وہ اپنے باپ سے محض اسی لیے خار رہتا ہے کہ اس نے اس کی ماں سے شادی کیوں کی تھی خود اپنے ہی پیٹ سے اسے کیوں نہیں پیدا کیا تھا۔“

”تم اس کے ملازم ہو؟“

”وہ میرا باپ ہے۔ میں بھی اکثر سوچتا ہوں کہ کاش اسی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہوتا۔“

دوسری طرف عمران جو سب سے پیچھے چل رہا تھا صفدر سے بولا ”جوزف بڑا اچھا جا رہا ہے۔“

”ہاں! میرا خیال ہے کہ اسے شیپالی مل گئی ہے۔“

”نہیں! یہ بات نہیں۔ جانتے ہو۔ میں نے رسّی کیسے توڑ ڈالی تھی؟“

”رسّی تڑانا محاورہ ہے عمران صاحب!“

”خیر خیر وہی سہی۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس محاورے کو عملی پاجامہ پہناؤ۔ ہاں تو وہ کبھی کبھی میرے اسٹریچر کے ساتھ بھی چلنے لگتا تھا اس کے قدم لڑکھڑاتے اور وہ اسٹریچر کی پٹی پہ ہاتھ رکھ دیتا۔ اس کی انگلیوں میں ایک ریزر بلیڈ دبا ہوا تھا بس وہ اسی طرح رسّی کو کمزور کرتا گیا اور جب مجھے ضرورت محسوس ہوئی میں نے خود کو آزاد کرا لیا ورنہ کیا تم مجھے ہرکولیس کا پٹھا سمجھتے ہو۔ یہ رسّی تو ہاتھی سلمہ کے ابا جان سے بھی نہ ٹوٹتی۔“

”تب تو واقعی اچھا جا رہا ہے۔ اوہو! میں اس واقعے کو کیسے بھول گیا اس نے

تو پھر یہ بھی مدد گی تھی وہ موقع ایسا تھا کہ تھریسیا بھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئی تھی لیکن جونہی میں نے رسی کھول دیا تھا اس سے یہ حماقت بھی سرزد ہو سکتی تھی کہ خود بھی اسٹریچر کی دوسری بھی کھینچ کر بیٹھ جاتا۔ آہا! تھریسیا آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس بیچارے کا کیا حشر ہوا جو آپ کو غار میں ملا تھا۔"

"وہ ان دونوں میں سے ایک کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا جنہیں میں غار ہی میں قید کر آیا ہوں۔ واقعی اگر وہ نہ ہوتا تو شاید میں غار ہی میں سر ٹکراتا رہ جاتا۔ نہ وہ عصا ہاتھ لگتا اور نہ میں یہاں پہنچ سکتا۔ یہ عصا بھی اس صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ وہ گولیاں یاد ہیں نا جو جنگلیوں پر چلائی گئی تھیں بھٹک گئی تھیں اس کا باعث یہی عصا تھا جھاڑیوں میں چھپے ہوئے سفید فام آدمی نے اس کا رخ اسی درخت کی طرف کر رکھا تھا لہذا گولیاں جنگلیوں تک پہنچنے سے پہلے ہی درخت کی طرف مڑ جاتی تھیں۔ اس عصا سے کئی کام لیے جا سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس میں کہیں کوئی چھوٹا سا ٹرانسمیٹر بھی فٹ ہو کیونکہ تھریسیا نے مجھ سے دلوں ہی کہا تھا کہ بونا کو میری حرکات کی اطلاع ہو گئی ہوگی مگر ان دونوں نے مجھے ٹرانسمیٹر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا جنہیں میں غار میں قید کر آیا ہوں۔"

"اگر بونا کو اطلاع ہو گئی ہوگی تو پھر آپ کے اس اطمینان کو کیا کہا جائے۔" صفدر نے کہا

"پاگل پن کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو گویا ہم سب خودکشی کرنے والے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ قافلہ چلتا رہا۔

مونیکا سب سے آگے ڈیڈی کی کرسی کے ساتھ چل رہی تھی عصا ڈیڈی کے ہاتھ میں تھا یک بیک قریب ہی سے جنگلیوں کے نعرے کی آواز آئی اور بام کے ساتھیوں کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ عمران نے انہیں للکارا۔ اور پھر وہ جھپٹ کر تھریسیا کے پاس جا پہنچا۔

"تم مطمئن رہو۔" تھریسیا نے مسکرا کر کہا "میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالوں گی۔"

"تم اکثر مجھے متحیر کر دیتی ہو!"

"یہ نہ سمجھو کہ ابھی میں کسی قسم کی گولی چلا رہی ہے۔" تھریسیا نے خشک سانس لے کر کہا۔ "میرا ہاتھ تم جیسے پر کبھی نہ اٹھ سکے گا اگر چاہتی ... تو تمہیں یہاں آتے ہی یہیں ختم کر دیتی۔"

"اگر خود ہاتھ نہیں اٹھا سکتیں تو ... کسی دوسرے سے قتل کرا دو۔"

دفعتاً سونگا چیخا۔ "ارے .... ہٹو اس عورت کے پاس سے۔"

"خدا کی قسم ... اس کتیا کو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔" تھریسیا دانت پیس کر بولی "کب سے جانتے ہو اسے؟"

"میں تو آپ بھی نہیں جانتا تھا۔" عمران نے مردہ سی آواز میں کہا "مگر یہ میرے باپ دادا کو جانتی ہے۔"

"دیکھو ... لگتی ہو اسے ... دونوں کان کھول کر سن لو۔ اگر تم نے اب اسے چھیڑا تو اپنے حق میں بھی مجھے برا ہی سمجھنا۔"

"ارے باپ رے۔ لو وہ ٹولے بھی آ پہنچے۔"

جنگلیوں کا غول یک بیک سامنے آ گیا تھا۔ قافلے کو رکنا پڑا۔ پجاری کی کرسی آگے ہی تھی۔ انہوں نے نیزے ہلا ہلا کر نعرے لگائے اور کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

"یہ ٹھیک ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"اگر میں اس حال میں بھی کوئی اشارہ کر دوں تو تم لوگوں کی ہڈیوں تک کا پتہ نہ چلے۔"

"یہ دیکھو تو کہ اسٹریچر کی پٹی اب بھی میرے ہاتھ ہی میں ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا

"میں تمہارے اس کمال کی بھی معترف ہوں کاش تم ہمارے ساتھ ہوتے.... عمران زیرو لینڈ جنت ہے۔"

"بھلا جنت میں شیطان کا گزر کہاں!"

اب جنگلیوں نے قافلے کے ساتھ دو رویہ چلنا شروع کر دیا تھا۔ عمران نے ہنس کر کہا

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ اسے تمہارا معجزہ ہی سمجھیں گے۔ مگر انہیں کم از کم مجھ سے تو الجھنا ہی چاہیے تھا۔"

"جب پجاری ہی نے معاف کر دیا ہے تو وہ کیا کر سکیں گے۔" تھریسیا مسکرائی۔

"ارے۔ تم نہیں ہٹتے وہاں سے۔" مونیکا نے پھر ہانک لگائی۔

"ٹھہرو کتیا۔ ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔" تھریسیا آہستہ سے بڑبڑائی۔

عمران نے کہا "مونیکا کیا تمہیں خطرے کا احساس نہیں ہے۔ خاموشی سے چلو۔"

"مجھے اس کے علاوہ اور کسی خطرے کا احساس نہیں ہے کہ وہ تمہیں زندہ دفن کر دینے کی فکر میں ہے۔" مونیکا نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔" عمران غرایا۔

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے کبھی ایسے لہجے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

"اب کرے گا۔" تھریسیا ہنس پڑی۔ "کیونکہ یہ میری ہی تلاش میں یہاں آیا ہے ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"کیوں؟ کیا یہ سچ ہے؟" مونیکا عمران کی طرف دوڑ پڑی۔

تھریسیا رک گئی۔ اس کے ہاتھ آزاد نہیں تھے لیکن تیور سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس حال میں بھی لڑ ہی جائے گی۔ وقت گذرتا رہا۔ مونیکا دوسروں کے درمیان سے راہ بناتی ہوئی جھپٹتی چلی آ رہی تھی۔ تھریسیا کیساتھ عمران کو بھی رک جانا پڑا تھا [illegible] شاید وہ بھاگنے کی فکر میں ہیں۔ اس لیے ان میں سے کچھ نیزے تانے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے جوزف نے ان سے کچھ کہا لیکن وہ بدستور بڑھتے ہی رہے۔ یہ ایک اونچی سی چٹان تھی جہاں یہ لوگ رکے تھے۔ جیسے ہی مونیکا قریب آئی تھریسیا نے تیزی سے جھک کر اس کے پیٹ پر ٹکر ماری۔ یہ اتنے غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ عمران بھی مداخلت نہ کر سکا۔ مونیکا بھی شاید اس کے لیے تیار نہیں تھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی چٹان کے سرے تک چلی گئی۔

"اوہ"۔ عمران چیخ پڑا۔ چٹان کے سرے پر مونیکا قدم جمانے میں ناکام رہی تھی پھر انجام کیا ہوتا؟

بڑی دلدوز چیخ تھی۔ جنگلی بھی سرے کی جانب جھپٹے تھے۔ مونیکا سیکڑوں فٹ کی گہرائی میں نظر آئی لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

عمران اس کی پرواہ کیے بغیر کہ خود اس کا کیا حشر ہوگا نشیب میں دوڑنے لگا۔ اس کے علاوہ شاید ہی کوئی اس کی جرأت کر سکتا۔

"مونیکا.... مونیکا...." وہ چیخ رہا تھا۔

"اس سے.... ہوشیار.... خدا حافظ۔" یہ الفاظ نہیں بلکہ چیخیں تھیں... مونیکا کی آخری چیخیں... پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔

ڈیزی بری طرح بدحواس ہو گئی تھی اگر صفدر نے حاضر دماغی سے کام نہ لیا ہوتا تو بڑی ابتری پھیل جاتی۔ شاید ڈیزی بھی عصا جھپٹ کر چیختی ہوئی کسی طرف بھاگ نکلتی۔

دوسری طرف ہام دانت پیستا ہوا تھریسیا کی طرف بڑھا تھا شاید ارادہ یہی تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ لیکن جوزف نیزہ اٹھا کر بولا "وہیں ٹھہرو۔ باس کے حکم کے خلاف تم ایک قدم بھی نہ اٹھا سکو گے۔"

"تو کیا وہ اسے معاف کر دے گا۔" ہام دہاڑا۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے گا۔ تم دور ہی رہو۔"

تھریسیا خاموش کھڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر نہ تو پریشانی کے آثار تھے اور نہ سراسیمگی کے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہی نہ ہوئی ہو۔

عمران تھوڑی دیر بعد پھر جنگلیوں کے نرغے سے واپس آیا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا یکبیک وہ تھریسیا سے بولا "تمہارا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔"

"اس عورت کے لیے۔" تھریسیا آنکھیں نکال کر غرائی۔

"لیکن ایسے ہی ہزاروں کی طرح انسانوں کے لیے جنہیں تمہارے ہاتھوں تباہی نصیب ہوئی ہے۔"

تھریسیا نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف مڑ گئی۔

"کیا اس کی لاش یہیں پڑی رہنے دی جائے؟" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں اسے ایک گڑھے ہی میں چھوڑ آیا تھا۔" عمران نے کہا اور تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ڈولی کے قریب پہنچ گیا۔

"ڈرنا مت۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کی جائے گی۔ میں ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

شام ہوتے ہوتے قافلہ وہاں جا پہنچا جہاں جنگلیوں کے آگے بڑھنے کی حد ختم ہوتی تھی یہ وہی پہاڑی تھی جس کی چوٹی دور سے کسی گرجے کا چھپا ہوا دھڑ معلوم ہوتی تھی۔ جنگلیوں نے نعرے لگائے اور پھر پجارن کی کرسی کے گرد ناچنے لگے۔

تھریسیا عمران کے قریب ہی کھڑی مسکراتی رہی۔ پھر اس نے کہا "اب بتاؤ۔ یہاں سے جنگلی تو تمہاری رہنمائی نہ کر سکیں گے۔"

"رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں۔ میں دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں آ کودا ہوں۔"

"اب بھی کچھ نہیں بگڑا..... زیرو لینڈ تمہیں خوش آمدید کہہ سکتا ہے۔"

"میں بھی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں!"

"مگر مکاری نہیں چلے گی۔"

"ہاں اب تو واقعی نہیں چلے گی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کر لو تو بہتر ہے"

"مجھے بیوقوف نہیں بنا سکو گے۔"

"پھر تمہیں کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے۔"

"میرے ہو جاؤ۔ صرف میرے۔" وہ اس کے قریب کھسکتی ہوئی جذباتی انداز میں بولی

"ارے باپ رے۔" عمران خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ جیسے اسے مار ڈالا ہے۔"

"تو بتاؤ نا کہ کوئی کسی کا کیسے ہو جاتا ہے۔ یہ سائنس میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔"

"میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔" تھریسیا نے کھسیانے انداز میں کہا پھر غصیلی آواز میں بولی

"اس سے کہو کہ کرسی سے نیچے اتر آئے کرسی نہیں رہے گی اور یہ جنگلی یہیں میری واپسی کے بھی منتظر رہیں گے۔"

یک بیک ہام آگے بڑھ کر بولا "ہم کہیں بھی نہ جائیں گے۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔"

"آہا تو کیا دفینے حاصل کیے بغیر ہی واپس چلے جاؤ گے۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا

"میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہاں سے کوئی نہیں لے جا سکتا۔"

"کوئی بھی نہیں جائے گا۔ کوئی بھی نہیں جائے گا۔" ہام کے دوسرے ساتھی بھی چیخنے لگے۔

"یہ پاگل پن ہے کہ ہم کسی قیدی کے قیدی بنیں۔" ہام نے کہا۔

"اوہ! تو تم مجھے قیدی سمجھتے ہو۔ حالانکہ اس وقت بھی میں آنِ واحد میں تم سبھوں کا خاتمہ کر سکتی ہوں۔"

"ہام عقل کے ناخن لو۔" صفدر بولا "اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ورنہ دوسری صورت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا پڑے گا۔ تم نہیں جانتے یہاں ان لوگوں نے اسی

طرح مہذب دنیا کے لوگوں کی بستیاں بنائی ہیں جو اس پر آمادہ نہیں ہوتے وہ اسی آدمی کی طرح بھٹکتے پھرتے ہیں جسے ساحل پر مورن کے ساتھیوں نے مار ڈالا تھا۔"

ہام خاموش ہوگیا۔ صفدر نے یہ سب کچھ بلند آواز میں کہا تھا تاکہ دوسرے بھی سن سکیں۔ پھر وہ آپس ہی میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ صفدر یا عمران کو مخاطب کرکے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ڈینی عمران کی ہدایت پر کرسی سے اتر آئی تھی۔ تھریسیا نے کہا "اب ہمیں کچھ دور پہاڑ پر چڑھنا ہوگا۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ لڑکی اوپر جا سکے۔"

"پھر کیا خیال ہے؟" عمران نے پوچھا

"یہ ڈھونگ اب ختم کردو۔ میں نہیں چاہتی کہ فوراً ہی تم پر کوئی مصیبت نازل ہوجائے۔"

"کیا ان جنگلیوں کی موجودگی میں ہی؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"نہیں اوپر چل کر۔ تم بوغاگی قوت سے نہیں ٹکرا سکو گے۔ پھر خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔"

کچھ دیر بعد وہ سب چڑھائی پر نظر آئے۔ جنگلی نیچے ہی رہ گئے تھے ان میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"بڑا لمبا فراڈ پھیلایا ہے تم لوگوں نے۔" عمران بولا۔

"ہم ساری دنیا میں حسب ضرورت مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں۔"

جوزف جو شیلالی کی پتیاں چبا چبا کر چوس رہا تھا اس نے منہ چلاتے ہوئے کہا "مگر میں نے دنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا نظام نہیں دیکھا جہاں شراب پر تو پابندی ہو لیکن تاڑی حلال سمجھی جائے۔ کیا اس میں نشہ نہیں ہوتا؟"

"اوہ! تم نے درختوں پر ہانڈیاں لٹکی دیکھی ہوں گی۔ مگر وہ پینے کے لیے نہیں ہوتی۔ وہ تو اس میں چاول ابالتے ہیں۔"

"تازی کے چاول۔" جوزف ہونٹ چاٹنے لگا۔

صفدر مونیکا کے لیے مغموم تھا۔ وہ اسے کبھی اچھی نہیں لگی تھی اس کے خلاف وہ عموماً شدید ترین جھلاہٹ اور نفرت میں مبتلا رہتا تھا لیکن اس کی اچانک موت اسے گراں گزری تھی اگر وہ عمران کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر تھریسیا کی گردن مروڑ کر رکھ دیتا لیکن عمران معلوم نہیں کیا سوچ رہا تھا۔ اس نے اس وقت تو اس کے چہرے پر گہرے تاسف کے آثار دیکھے تھے جب وہ مونیکا کی لاش کسی گڑھے میں رکھ کر اوپر واپس آیا تھا مگر اب یہ کہنا دشوار تھا۔ کہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں مونیکا کی دھندلی سی پرچھائیں بھی باقی ہو۔ وہ اس کی قاتلہ سے ہنس ہنس کر گفتگو کر رہا تھا۔

کچھ بلندی پر پہنچ کر وہ ایک ایسی چٹان کی اوٹ میں آ گئے جس کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور یہاں نیچے سے دیکھ لیے جانے کا بھی امکان نہیں تھا اس لیے تھریسیا رکتی ہوئی بولی

"بس اب یہیں مجھے اپنے لباس میں آ جانا چاہیے۔"

صفدر کو عمران کی آنکھوں میں متضاد کیفیتیں نظر آئیں۔ جیسے وہ خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دینا بھی چاہتا ہو۔ اور دوسری طرف یہ بھی چاہتا ہو کہ حالات کے خلاف اس کی جدوجہد جاری ہی رہے۔ غالباً اس مرحلے پر اس کی قوت فیصلہ ہی جواب دیتی جا رہی تھی۔ تھریسیا کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔

تھریسیا نے عصا کے لیے ڈیزی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن عمران نے اس سے پہلے ہی اس پر قبضہ کرتے ہوئے کہا "یوں نہیں! میں اسے قابل استعمال نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے اس کے نچلے سرے کو گھمانا شروع کیا۔ جلد ہی وہ کسی پیچدار ڈھکن کی طرح الگ ہو گیا۔ پھر صفدر نے دیکھا کہ اس نے اس کے اندر سے شیشے کی ایک نلکی نکال اس میں سبز رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

"ارے۔ ارے۔" تھریسیا نے اس کی طرف بڑھنے کی بڑی کوشش کی تھی لیکن جوزف

جھپٹ کر بیچ میں آگیا اور دانت نکال کر بولا "نہیں! میڈیم... باس کی باتوں میں دخل دینے سے بد ہضمی ہو جاتی ہے۔"

عمران اس نلکی کو بہت احتیاط سے جیب میں رکھ چکا تھا پھر اس نے عصا اس کی طرف بڑھا دیا۔ تھریسیا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار بھی تھے۔ اور پیشانی پر سلوٹیں بھی ابھر آئی تھیں۔

یک بیک پشت سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ اور وہ چونک کر مڑے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پستہ قد جنگلی کھڑا ہنس رہا تھا۔

تھریسیا نے دہاڑ کر اس سے کچھ کہا لیکن جنگلی نے انگریزی میں جواب دیا "مادام تھریسیا۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھنے کے لیے چلا آیا تھا کہ اب عشق کس منزل میں ہے!"

تھریسیا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے اس عورت کو کیوں مار ڈالا؟" جنگلی نے پوچھا

"خاموش رہو!" تھریسیا غرائی۔

"اپنے ہاتھ گرفتاری کے لیے پیش کرو تھریسیا۔" جنگلی نے سرد لہجے میں کہا "تم نے زیرو لینڈ سے غداری کی ہے۔ ذاتی پرخاش کی بنا پر تم نے ایک ایسی عورت کو مار ڈالا جو یقینی طور پر زیرو لینڈ کے کام آتی۔"

"آہا۔" عمران احتراماً جھکتا ہوا بولا۔ "میں نے پہچان لیا جہاں پناہ کلوٹ اعظم کو۔"

"یہ تو بوغا معلوم ہوتا ہے۔" صفدر آہستہ سے بولا جوزف اس کے قریب ہی کھڑا تھا اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور پھر بولا۔ "ہاں شاید مگر یہ ایسے یکایک سیاہ فام کیسے ہو گیا۔"

"میک اپ!"

یک بیک جوزف نے جنگلی پر چھلانگ لگائی لیکن وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا ساتھ ہی اس نے

پچھیرے سے سیاہ رنگ کا ایک پستول بھی نکال لیا تھا۔ ٹریگر دبتے ہی پستول سے پانی کی باریک سی دھار نکل کر جوزف کی پیشانی پر پڑی اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کی حالت سے تو دوسروں نے یہی اندازہ لگایا کہ جیسے اس کے سر پر موٹا سا لٹھ رسید کر دیا گیا ہو۔

"ہائیں۔ ہائیں" جوزف اسی طرح سر پکڑے جھومتا ہوا بولا۔ "یہ تو ..... یہ تو نشہ سا ہو رہا ہے ..... ہائے پیارے ..... ذرا یہ فائر پھر تو کرنا"

اور پھر وہ اسی طرح جھومتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"میں غافل نہیں تھا۔" بوغا نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر عمران سے کہا "مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ ایک انگوٹھا یکسر غلط ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے اس لیے مجھے خود ہی معاملات کو دیکھنا پڑا ..... صفدر تم اسی رومال سے تھریسیا کے ہاتھ پھر باندھ دو۔ صرف وہی تتلیوں کی طرح چلے گی"

"ارے ہا! ہوش میں آؤ" تھریسیا غرائی۔ "تم مجھ سے کمتر نہیں ہو۔ مجھے اپنا ماتحت نہ سمجھو۔ میں تمہاری دیکھ بھال کے لیے یہاں بھیجی گئی تھی"

"میری کسی لغزش پر تم بھی بازپرس کر سکتی ہو؟" بوغا نے لاپروائی سے کہا

"تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو"

"اوہ، صفدر کیا تم نے سنا نہیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"ہم تو مجھے کیوں نہیں دیتے کوئی حکم جہاں پناہ" عمران گڑگڑایا "میں تو زیرو ..... اور ..... لینڈ کا سب سے پرانا خادم ہوں۔"

"تم دونوں ساتھ ہی قتل کیے جاؤ گے۔ تمہارا قتل میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہے"

"مگر مکھیوں ہی کی طرح قتل کرنا ویسے پہلے بھی بہتیرے لوگ مجھے قتل کر چکے ہیں لیکن کسی جنگلی کے ہاتھوں قتل ہونے کا موقع آج تک نہیں ملا۔"

"بکواس بند کرو۔ اس حبشی کو اٹھواؤ اور سامنے والے غار میں اتر چلو۔ تھریسیا

تم یہیں میرے پاس ٹھہرو گی۔"

تھریسیا نے عمران کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔ صفدر اس کا مطلب نہ سمجھ سکا لیکن عمران کے چہرے سے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ اس اشارے کا مطلب سمجھا ہے یا نہیں۔

"اس پستول سے ایسی لہریں بھی خارج ہو سکتی ہیں جو اسی جگہ تم سب کا خاتمہ ہی کر دیں۔" بوغا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"یہ بات غلط نہیں ہے۔" تھریسیا عمران سے بولی۔

"بڑی مصیبت ہے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا "غلطی ہوئی مجھ سے کہ اس جادو کے ڈنڈے کا مال مسالا میں نے پہلے ہی نکال لیا تھا ورنہ تم اس وقت اچھی طرح بوغا کی خبر لے سکتیں۔"

"تھریسیا! اسکپٹر میری طرف پھینک دو۔" بوغا نے کہا۔

تھریسیا نے اس طرح شانوں کو جنبش دی جیسے اسے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو! اسکپٹر بدستور اس کے ہاتھ ہی میں رہا۔

"اوہ تو تم مذاق سمجھی ہو۔" بوغا غرایا "پیچھے دیکھو... کیا ہوتا ہے۔"

ادھر تھریسیا کی پلکیں جھپکیں اور ادھر بوغا کے پستول سے پھر وہی باریک سی دھار نکلی لیکن تھریسیا حقیقتاً غافل نہیں تھی اس لیے دھار اس کے بائیں شانے پر سے گزرتی ہوئی ہام کے ایک ساتھی کے چہرے پر پڑی اور وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔

تھریسیا نے اسکپٹر بوغا پر کھینچ مارا۔ جو پڑتا تو سر ہی پر پڑتا۔ لیکن وہ بھی احمق نہیں تھا۔ بڑی صفائی سے خود کو بچا گیا۔

"بہت خوب، اب تم اپنی سزائے موت میں اذیتوں کا بھی اضافہ کرتی جا رہی ہو تھریسیا! کیا تم سسک سسک کر مرنا پسند کرو گی؟"

"نہتوں کو دھمکیاں دینا مردانگی نہیں ہے بوغا۔" صفدر نے کہا۔

"نہتے؟" بوغا نے حیرت سے کہا۔ پھر قہقہہ لگا کر بولا "عمران سے کہو کہ اب وہ گرٹ کیس نکالے جس سے بے آواز فائرنگ ہوتی ہے۔"

عمران نے ہونٹ سکوڑ کر دیدے نچائے اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا پھر صفدر نے اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھے۔ بوغا ہنس رہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کسی ننھے سے بچے کا مضحکہ اڑا رہا ہو۔

"تمہیں تمہاری انسانیت لے ڈوبی۔ اگر ان دونوں کو قید کرنے کی بجائے مار ڈالتے تو شاید اس وقت حالات دوسرے ہوتے" بوغا نے سنجیدگی سے کہا "مجھے انہیں سے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی خطرناک چیز ہے جس سے تم نے میرے ایک ہرکارے کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا تھا پھر بھلا میں اسے تمہارے پاس کیوں رہنے دیتا۔ وہ کھلونا دلچسپ ہے۔"

"مگر اب میں کس سے دل بہلاؤں گا۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دلچسپ ہے! مگر اس لئے زیادہ نہیں" بوغا نے اپنے پستول کی طرف اشارہ کیا "یہ دیکھو!"

پھر چٹان کی طرف اس کا رخ کر کے ٹریگر کھینچا۔ نال سے چمکدار لہریے نکل کر چٹان کے ایک حصے سے ٹکرائے۔ آسمانی بجلی کا سا کڑاکا ہوا۔ اور پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔

"یہ پتھر تھا" بوغا مسکرایا "تمہارے جسموں کے چیتھڑے تو فضا میں اڑتے پھریں گے۔"

"زیرو لینڈ زندہ باد۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر ہانک لگائی "یہ تو تیر نظر کا بھی والد صاحب قبلہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی عاشق کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔"

"زیرو لینڈ کے نام کا نعرہ مت لگاؤ۔ تم سے بڑا مکار آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔ میں اس فریب میں نہیں آسکوں گا کہ تم زیرو لینڈ کے وفادار بھی بن سکتے ہو۔ تمہیں

زندہ رکھنا کسی سانپ کو بخش دینے کے مترادف ہوگا۔"

"ارے تو یار یہیں کب تک کھڑے رہیں گے۔ ارے۔ ارے۔ یہ تھریسیا کو کیا عمران نے کہا اور تھریسیا کی طرف جھپٹا جو کھڑے کھڑے یک بیک گر گئی تھی۔

وہ زمین پر پڑی ایڑیاں رگڑ رہی تھی اور اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"تم نے کیا کیا؟" عمران دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخا۔

"تم... میں نے... تو کچھ بھی... نہیں کیا۔" بوغا کی آواز کانپ رہی تھی۔ اور آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ بھی دو چار قدم آگے بڑھ آیا۔

"ختم ہو گئی تھریسیا۔" عمران کے لیے تو بس یہی کافی تھا کہ ایک پل کے لیے بوغا کی توجہ پستول کی طرف سے ہٹ گئی تھی اس نے اس انداز سے اس پر چھلانگ لگائی کہ داہنا ہاتھ پستول پر پڑا اور بایاں بوغا کی گردن پر۔

پستول کچھ دور جا گرا۔ اور بوغا عمران سے لپٹ پڑا۔

حالانکہ صفدر نے پستول تک پہنچنے کے لیے بڑی پھرتی دکھائی تھی لیکن تھریسیا پہ سبقت نہ لے جا سکا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے اچھلی تھی اور پستول پر جا پڑی تھی۔

"پیچھے ہٹو!" تھریسیا ہانپتی ہوئی بولی۔ "میں نے اس وقت اپنے خون کا مزہ چکھا ہے۔ پاگل ہو رہی ہوں۔"

صفدر کو سچ مچ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک دکھائی دی تھی وہ چپ چاپ پیچھے کھسکتا چلا گیا۔

عمران اور بوغا دو خونخوار درندوں کی طرح ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے تھریسیا ان کی طرف پستول اٹھائے ہوئے آگے بڑھی اور عمران کی جیب سے وہ نلکی نکال لی جو اس نے الیکٹرو اسپیکر سے نکالی تھی۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گی۔" بوغا ہانپتا ہوا دہاڑا۔

"ایسے کتوں کو میں نے کبھی معاف نہیں کیا"۔ تھریسیا کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ اس نے الکٹرو اسکیٹر بھی اٹھا لیا تھا اور اس میں دوبارہ نلکی رکھ رہی تھی پھر اس نے اسے ٹسٹ کرنے کیلئے ایک بٹن دبا دیا۔ برچھیوں سے چنگاریوں کی پھواریں نکلنے لگیں

عمران کو بوغا کے خلاف اپنی پوری قوت صرف کر دینی پڑی تھی۔ بہتیرے طاقتور آدمیوں سے اس کا سابقہ پہلے بھی پڑا تھا لیکن یہ بوغا تو گویا فولادی چٹان تھا عمران اسے گرا لینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

دونوں ہی بری طرح ہانپ رہے تھے۔ تھریسیا صرف ایک تماشائی کی طرح کھڑی رہی۔ لیکن وہ دوسروں کی طرف سے بھی غافل نہیں معلوم ہوتی تھی صفدر نے عمران کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہا۔

"خبردار!" تھریسیا اسپیکٹر اٹھاتی ہوئی بولی۔ وہیں ٹھہرو۔ میں زیرو لینڈ کے ایک محافظ کو پورا پورا موقع دوں گی۔

یک بیک عمران کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ نہ صرف اس نے بوغا کو چھوڑ دیا تھا بلکہ دوسرے ہی لمحے میں گرتا ہوا بھی دکھائی دیا۔

بوغا قہقہہ لگاتا ہوا جھکا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کا گلا گھونٹنے جا رہا ہو۔ مگر پھر ایک لمبی کراہ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔ عمران کی بھرپور لات اس کے منہ پر پڑی تھی

پھر عمران نے اسے دوبارہ اٹھنے کا موقعہ نہ دیا۔ تھریسیا ہنس رہی تھی۔ کہہ رہی تھی "یہ تو کچھ نہ ہوا۔ تم نے میری نقل اتاری ہے"۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی بیدردی سے بوغا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بوغا کا جسم سرد پڑ گیا

شاید وہ ایسا اقدام نہ کرتا لیکن خود زندہ رہنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ کم از کم ایک

دشمن سے تو پیچھا چھڑا ہی لینا۔ ابھی تھریسیا باقی تھی اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس چکر میں ہو گی۔

جیسے ہی وہ بونا کو چھوڑ کر اٹھا۔ تھریسیا بولی

"اب تمہارا کیا حشر ہونا چاہیے؟"

"مجھے اس اسمگلر کی تلاش تھی جس نے میرے ملک کو اقتصادی طور پر بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا۔ اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا کیا حشر ہوگا۔ تم شوق سے میرے ٹکڑے اڑا سکتی ہو۔ مم... مگر... اف فوہ... دل کو دل سے روڈ ہوتی ہے تمہارے منہ سے خون بہتا دیکھ کر میں کیسا بے چین ہوا تھا"

"بکو مت! تم مجھے اسی حال میں چھوڑ کر بونا سے جا الجھے تھے"

"میں نے سوچا کہ پہلے مار ڈالوں پھر اطمینان سے تمہاری لاش پر آنسو بہاؤں گا مگر افسوس میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ہائے۔ کیسا جی چاہتا ہے کہ کوئی مر جائے اور میں سینہ پیٹ پیٹ کر روؤں۔ اس کی یاد میں زندگی بھر آنسو بہاؤں۔ کیک پیسٹری کی بجائے شدتِ غم میں گھاس کھاؤں۔ خونِ جگر کی بجائے مٹی کا تیل پیوں۔"

"بکواس بند کرو۔" تھریسیا جھلا کر چیخی "تمہیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے واپس جانا ہوگا۔ چلو اٹھاؤ اس بیہوش حبشی کو۔"

پھر وہ خون تھوکنے لگی۔

"یہ کیا ہوا تھا؟" عمران نے پوچھا

"میرے منہ میں کئی زخم ہیں۔ بڑی بیدردی سے میں نے اپنا ہی گوشت چبایا تھا۔ میں کہتی ہوں.... چلو.... تمہیں ابھی واپس جانا پڑے گا"!

وہ ایک طویل غار نما سرنگ سے گذرتے ہوئے پہاڑ کی دوسری جانب کھلے میدان میں نکل آئے تھے۔ تھریسیا ان کے پیچھے چلتی رہی تھی۔ عمران نے کئی بار کوشش کی تھی کہ کسی طرح بوغا کے پستول اور الکٹرو اسپکٹر پر قبضہ کرے لیکن ممکن نہ ہوا۔ تھریسیا ہوشیار تھی۔

"اب ہمیں کہاں چلنا ہوگا۔" صفدر نے پوچھا

"اس کشتی پر جو تمہیں پورٹ سعید تک لے جائے گی۔"

"مگر میں تو یہیں رہنا چاہتا ہوں۔" عمران بولا "کتنے دنوں سے مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"خاموش رہو۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔" تھریسیا جھلا گئی۔

"خدا کے لیے خاموش رہیے۔" ڈیزی عمران کے قریب ہوتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "آپ اسے کیوں چھیڑتے ہیں ؟"

شلے لڑکی! الگ ہٹو" تھریسیا نے اسے للکارا "کیا تمہیں اس عورت کا انجام یاد نہیں۔"

"کیا ہم وہ بستی دیکھ بھی نہ سکیں گے جہاں یہ لوگ بسائے جاتے" صفدر نے پوچھا

"نہیں! دوبارہ آکر دیکھنا۔ ظاہر ہے کہ اب ان جزیروں پر بین الاقوامی پیمانے پر ریڈ کیا جائے گا۔ لیکن اتنا یاد رکھو کہ اس جزیرے کو ویران کرنے میں ایک دن سے زیادہ نہیں صرف ہوگا۔ زیرو ولینڈ کی کوئی چیز تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکے گی۔ ہمارے وسائل لامحدود ہیں۔ بس ان عمارتوں کے کھنڈر دیکھ لینا جو ہم نے یہاں بنائی تھیں۔"

"کیا تم ان تمام آدمیوں کو ہلاک کر دوگی جو یہاں تمہارے لیے کام کرتے ہیں۔"

"نہیں! وہ کسی دوسرے پوائنٹ میں پہنچا دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ تمہارے پورٹ سعید پہنچنے سے پہلے ہی ہو جائے گا۔"

جوزف جواب ہوش میں آگیا تھا بڑبڑایا "مگر وہ شراب کہاں ہے جس کا وعدہ تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اگر وہ نہیں تو پھر ایک فائر ہی کردو مجھ پر! کتنا تیز نشہ ہوتا ہے.... ہائے ہائے...."

"شراب کشتی ہی میں مل جائے گی۔" تھریسیا بولی۔

"ارے تو کیا ہم سچ مچ واپس جا رہے ہیں!" عمران نے ہانک لگائی۔

"رکنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمہارے ستارے اچھے تھے کہ بونا مجھ سے الجھ گیا۔ اب تم کچھ کر گذرنے کا ارمان رکھتے ہو تو وہ بھی کر کے دیکھ لو۔ میں اسی حد تک تمہیں چھوٹ دے سکتی ہوں جس حد تک زیرو ولینڈ کا مفاد خطرے میں نہیں پڑتا۔ اور تمہاری رہائی میں ایک مقصد بھی پوشیدہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم چاہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً زیرولینڈ کا غلغلہ اٹھتا ہی رہے۔"

"بھلا اس میں کیا مصلحت ہے؟"

"پہلے ہی سے ہماری ہیبت طاری رہے تمہاری دنیا پر..... پھر جب ہم اٹھیں تو کانپتے ہوئے ہمارے قدموں پر آگرو۔ جاؤ۔ تمہارے لیے اتنا ہی اطمینان کافی ہے کہ تم نے بوغا کو مار لیا۔ زیرولینڈ کے مقابلے میں تم کیا..... تمہاری پوری دنیا ایک حقیر چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جس دن ہم اٹھیں گے وہی قیامت کا دن کہلائے گا۔"

"چیونگم بنانے والے کارخانوں پر رحم کرنا اس دن..... ورنہ میں تو بے موت مر جاؤں گا۔"

"بکومت! میں تمہیں یقین دلانا چاہتی ہوں کہ تمہاری کوئی بھی حرکت تمہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔ اس لیے محتاط رہو۔ کشتی خودکار ہے۔ ریڈیائی لہروں سے کنٹرول کی جاتی ہے۔ تم میں سے کسی کو صرف اسٹیر کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم نے کچھ دور پہنچ کر اسے پھر جزیرے کی طرف موڑنے کی کوشش کی تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔"

"لیکن پورٹ سعید پہنچنے پر اس کی واپسی کیسے ہوگی؟" صفدر نے پوچھا

"جب تمہارا آخری آدمی اس پر سے اتر چکے گا تو..... وہ تباہ ہو جائے گی واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اترتے ہی اس سے دور بھاگنے کی کوشش کرنا۔"

"مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہاں چنے بھُنانے آئے تھے۔" عمران بڑبڑایا

تھریسیا ایک جگہ رکتی ہوئی بولی "ٹھہر جاؤ!"

وہ سب رک کر اس کی طرف مڑے۔ عمران آگے بڑھ آیا۔ تھریسیا نے

عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

آخر ٹھنڈی سانس لے کر بولی

"جاؤ! تم سے زیادہ سنگدل آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا...... لیکن اسے ہمیشہ یاد رکھنا..... کہ کوئی دوسری عورت تمہاری ہو کر ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے گا...... میں تمہارے متعلق ہر وقت باخبر رہتی ہوں۔"

"آہ! تھریسیا ڈارلنگ! میں قریب آکر آہستہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں....." عمران نے اس سے بھی زیادہ زور سے ٹھنڈی سانس لی تھی اور آگے بڑھا تھا۔

"پیچھے ہٹو!" تھریسیا نے للکارا۔ اور ساتھ ہی اسکرٹ سے چنگاریوں کی بوچھار بھی نکلی۔

عمران نے بمشکل خود کو چنگاریوں کی زد سے بچایا اور پھر خاموشی سے پیچھے ہٹتے ہی بن پڑی تھی۔

پھر وہ اس جگہ آئے جہاں سے واپسی کا سفر شروع ہوتا تھا۔ غالباً یہ وہی ندی تھی جس کا دہانہ انہوں نے عمران کے دریافت کردہ ساحل پر دیکھا تھا وہاں کئی کشتیاں نظر آئیں۔ لیکن گھاٹ پر متنفس بھی نہ دکھائی دیا۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس پر وائرلیس کے دو پول استادہ تھے۔

تھریسیا نے انہیں بتایا کہ کشتی وہیں سے کنٹرول کی جائے گی۔

"میں ایک بات اور معلوم کرنا چاہوں گا۔" صفدر نے تھریسیا سے کہا۔ "کیا ادھر سے کبھی دوسرے ممالک کے طیارے نہیں گذرتے۔"

"اکثر گذرتے ہیں۔"

"پھر تمہاری یہ بستی ابھی تک دوسروں کی نظر سے کیسے پوشیدہ رہی۔"

"اوپر سے پورا جزیرہ کہر میں ڈھکا ہوا نظر آتا ہے۔ تم نے یہاں ہر وقت ہلکی سی دھند محسوس کی ہوگی۔ سو فٹ کی بلندی سے بھی تمہیں یہاں کی کوئی چیز نہ دکھائی دے گی۔ یہ کہر مصنوعی ہے۔"

وہ کشتی میں جا بیٹھے!

عمران کے چہرے سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اس پر کیا گذر رہی ہے۔ تھریسیا دوڑتی ہوئی عمارت کی طرف چلی گئی۔

"اب موقعہ ہے باس!" جوزف بڑبڑایا۔

"یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ اگر میں اس بے بس لڑکی کو یہاں سے صحیح وسلامت نکال لے جاؤں۔" عمران نے ڈیزی کی طرف اشارہ کیا۔ "کیونکہ یہ یہاں خزانوں کی تلاش میں ہی آئی تھی۔"

پھر اس نے صفدر سے کہا "تم اسٹیرنگ سنبھالو۔ اس کی ضرورت بھی اسی وقت تک رہے گی جب تک کہ ہم کھلے سمندر میں نہ پہنچ جائیں۔ اس کے بعد تو اس کا رخ ادھر ہی ہوگا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔"

"کہیں جہنم ہی میں نہ پہنچ جائیں۔" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

"تھریسیا کو مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔" عمران بولا۔

یک بیک مائیکرو فون سے آواز آئی "اسٹیرنگ سنبھالو... ہوشیار... ورنہ چٹانوں سے ٹکرا جاؤ گے!"

آواز تھریسیا ہی کی تھی۔

صفدر تیزی سے اسٹیرنگ تک پہنچا۔

کشتی حرکت میں آگئی۔

اور پھر مائیکروفون سے آواز آئی۔

"جاؤ!.... عمران.... جاؤ.... تم جانور ہو.... کاش! کبھی آدمی بن سکو.... کاش!.... کبھی ایسا ہو سکے.... خدا حافظ!"

تھریسیا کی آواز دردناک تھی۔

"ابے او!" عمران نے جوزف سے کہا "ذرا دیکھنا! میری دُم تو نہیں ہل رہی؟"

"نہیں باس!" جوزف بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔ پھر سنبھل کر بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا!

(ختم شد)

[illegible]